ماہنامہ
خواتین
ماہنامہ
خواتین
ذوالحجۃ الحرام 1446ھ جون 2025ء
جلد: 04
شمارہ: 06
حج مبرور
ویب ایڈیشن

نارِ جہنم سے نجات کا نسخہ

ذو الحجہ کے دس دن روزانہ سورۂ وَالضُّحٰی بکثرت پڑھنے والے کو اللہ پاک جہنم کی آگ سے نجات عطا فرمائے گا۔

(اسلامی مہینوں کے فضائل و مسائل، ص 188)
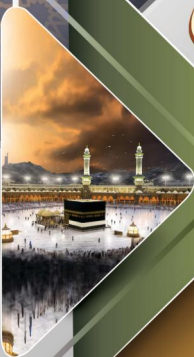
ایامِ تشریق کی دعا

ایامِ تشریق میں یہ دعا کرنا مستحب ہے: رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ (۲۰۱)

(پ2، البقرۃ:201)(لطائف المعارف، ص 332)

زبان کی لکنت کا علاج

جو کوئی زبان کی لکنت والا ہر نماز کے بعد سات بار (سورۂ طٰہٰ کی 25تا28) نیچے دی ہوئی چار آیات پڑھ لیا کرے گا ان شاء اللہ وہ صاف بولنے والا بن جائے گا۔

قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ (۲۵) وَ یَسِّرْ لِیْۤ اَمْرِیْ (۲۶) وَ احْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِیْ (۲۷) یَفْقَهُوْا قَوْلِیْ (۲۸) (فرعون کا خواب، ص 25)

بیماری اور آفتوں کو دور کرنے کے لئے

سات دنوں تک روزانہ گیارہ ہزار مرتبہ صرف اتنا پڑھے اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ (۴) اول آخر تین تین بار درود شریف بھی پڑھو بیماریوں اور بلاؤں کو دور کرنے کے لئے بہت ہی مجرب عمل ہے۔ (جنتی زیور، ص 588)

فہرست

چیف ایڈیٹر
مولانا ابو الابصار قادری

سینئر معاون
مولانا ابو زین العابدین عطاری مدنی

شرعی تفتیش: مولانا مفتی محمد انس رضا عطاری مدنی
دار الافتاء اہل سنت (دعوتِ اسلامی)

اپنے تاثرات (Feedback)، مشورے اور تجاویز نیچے دیے گئے ای میل ایڈریس اور (صرف تحریرا) واٹس ایپ نمبر پر بھیجئے:
mahnamahkhawateen@dawateislami.net
صرف اسلامی بہنیں: +923486422931
پیش کش: شعبہ ماہنامہ خواتین، مجلس ماہنامہ فیضانِ مدینہ دعوتِ اسلامی

حمد و نعت

مناجات

یا اللہ مری جھولی بھردے

تُونے مجھ کو حج پہ بلایا، یااللہ مری جھولی بھردے
گردِ کعبہ خوب پھرایا، یااللہ مری جھولی بھردے
مولیٰ مجھ کو نیک بنادے، اپنی اُلفت دل میں بسادے
بہرِ صَفا اور بہرِ مَروہ، یااللہ مری جھولی بھردے
واسِطہ نبیوں کے سرور کا، واسِطہ صِدّیق اور عُمَر کا
واسِطہ عثمان و حیدر کا، یااللہ مری جھولی بھردے
میں ہوں بندہ تُو ہے مولیٰ، تُو ہے قادِر میں ناکارہ
میں منگتا تُو دینے والا، یااللہ مری جھولی بھردے
دے حُسنِ اَخلاق کی دولت، کردے عطا اِخلاص کی نعمت
مجھ کو خزانہ دے تقویٰ کا، یااللہ مری جھولی بھردے
بخش دے میری ساری خطائیں، کھول دے مجھ پر اپنی عطائیں
برسادے رَحمت کی برکھا، یااللہ مری جھولی بھردے
جنّت میں آقا کا پڑوسی، بن جائے عطّار الٰہی
مولیٰ از پئے قُطبِ مدینہ، یااللہ مری جھولی بھردے

از: امیرِ اہلِ سنت دامت برکاتہم العالیہ

وسائلِ بخشش، ص 121

نعت

اَفلاک سے اونچا ہے ایوان محمد کا

اَفلاک سے اونچا ہے ایوان محمد کا
مخلوقِ الٰہی ہے سامان محمد کا
پاتے ہیں سبھی صدقہ اُن کے درِ اَقدس سے
ہر ذَرّۂ عالَم ہے مہمان محمد کا
ہوتی ہے ہر اک نعمت تقسیم مدینے سے
کونین میں جاری ہے فیضان محمد کا
دیتے ہیں مَلَک پہرہ سرکار کے روضے پر
جبریلِ مُعَظَّم ہے دَربان محمد کا
دنیا کی سبھی باتیں مٹ جائیں مرے دل سے
ہو وِردِ زباں کلمہ ہر آن محمد کا
جب مَدح و ثنا حق نے قرآن میں فرمائی
کیا مُنہ ہے جو واصِف ہو انسان محمد کا
تقدیر جمیل اپنی شاہوں سے رہے بڑھ کر
سگ اپنا بنائے گر دربان محمد کا

از: مداح الحبیب مولانا جمیل الرحمٰن قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ

قبالۂ بخشش، ص 74

غصہ پی لیجئے!

اللہ پاک کا فرمان ہے: وَالْكٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِؕ وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَۚ (پ4، اٰل عمرٰن:134) ترجمہ: اور غصہ پینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں اور اللہ نیک لوگوں سے محبت فرماتا ہے۔

تفسیر

اس آیتِ مقدسہ میں متقی لوگوں کے دو عمدہ وصف بیان کئے گئے ہیں جن میں سے پہلا وصف ہے غصہ پینا۔ آیت کا معنی یہ ہے کہ وہ یعنی متقی لوگ اپنا غصہ نافذ کرنے سے روکتے ہیں اور اپنے غصے کو اپنے پیٹوں میں لوٹا دیتے ہیں اور یہ وہ خوبی ہے جس کا تعلق صبر و بردباری کی اقسام سے ہے۔[1] جبکہ دوسرا وصف یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ لوگوں سے درگزر کرتے ہیں یعنی اپنے اوپر ظلم کرنے والوں سے بدلہ نہیں لیتے بلکہ جو بھی ان پر ظلم کرے یا ان کے ساتھ برا سلوک کرے تو یہ اسے معاف کر دیتے ہیں۔[2] یہاں تک کہ جب ان کے خادمین میں سے بھی کسی سے کوئی غلطی ہو جائے تو متقی لوگ حصولِ ثواب کے لئے انہیں بھی معاف کر دیتے ہیں۔[3] اور سخت غصے کی حالت میں آپے سے باہر نہیں ہو جاتے بلکہ نفسانی غصہ پی جاتے ہیں کہ باوجودِ قدرت کے غصہ جاری (نافذ) نہیں کرتے اور اپنے ماتحتوں کی خطاؤں یا دوسروں کی ایذاؤں یا مجرموں کے جرموں کو بخش دیتے ہیں اور باوجود قادر ہونے کے اپنے نفس کا بدلہ نہیں لیتے، اللہ پاک ایسے نیک کاروں کو جو مخلوق کے لیے مُضِر (نقصان دہ) نہ ہوں بلکہ مفید ہوں، بہت ہی پسند فرماتا ہے کہ ان پر اس احسان کے بدلے احسان فرمائے گا اور انہیں انعام دے گا، یہ لوگ اپنی حیثیت کے لائق نیکیاں کر لیں، رب اپنی شان کے لائق انہیں انعام دے گا۔[4] غصہ پینے کے انعام کا ذکر کرتے ہوئے نبی پاک صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے فرمایا: اللہ پاک کے نزدیک غصے کا گھونٹ پینے سے زیادہ کسی گھونٹ کا ثواب نہیں جسے بندہ اللہ پاک کی رضا کے لئے پی لے۔[5] (یعنی) جو مجبوری کی وجہ سے نہیں بلکہ اللہ پاک کی رضا جوئی کے لئے اپنا غصہ پی لے اور قادر ہونے کے باوجود غصہ جاری نہ کرے وہ اللہ پاک کے نزدیک بڑے درجے والا ہے۔ غصہ پینا ہے تو کڑوا مگر اس کا پھل بہت میٹھا ہے۔ غصہ کو گھونٹ فرمایا کیونکہ جیسے کڑوی چیز بمشکل تمام گھونٹ گھونٹ کر کے پی جاتی ہے ایسے ہی غصہ پینا مشکل ہے۔[6] اور غصہ ضبط کرنا ایسا پیارا عمل ہے کہ بسا اوقات دنیا میں ہی اس کی جزا دکھائی جاتی ہے جیسا کہ حضرت ابراہیم تیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں خواب میں ایک نہر پر آیا، مجھ سے کہا گیا: پیو اور جسے چاہو پلاؤ یہ تمہارے صبر کا بدلہ ہے اور تم غصہ پینے والوں میں سے تھے۔[7]

غصہ پینے، صبر و تحمل سے کام لینے اور لوگوں بالخصوص اپنے ماتحتوں سے درگزر فرمانے کے تعلق سے ہمارے بزرگانِ دین انتہائی شاندار سوچ کے مالک تھے اور ان کے اپنے ماتحتوں سے عفو و درگزر کے واقعات پڑھ کر عقلیں حیران رہ جاتی ہیں۔ جیسا کہ حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ چند مہمانوں کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے، غلام گرما گرم شوربے کا پیالہ دستر خوان پر لا رہا تھا کہ اس کے ہاتھ سے پیالہ گرا جس کی وجہ سے شوربے کے چھینٹے آپ پر بھی آئے۔ یہ دیکھ کر غلام گھبرایا اور شرمندگی بھرے لہجے میں اس نے

مذکورہ آیت کا یہ حصہ تلاوت کیا: وَ الْكٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَ الْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِؕ تو آپ نے فرمایا: میں نے تجھے معاف کیا۔ غلام نے پھر اسی آیت کا آخری حصہ پڑھا: وَ اللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَۚ تو آپ نے فرمایا: تو اللہ پاک کی خوشنودی کے لئے آزاد ہے۔[8]

اسی طرح ایک لونڈی امام زینُ العابدین علی بن حسین رحمۃ اللہ علیہ کو وضو کروا رہی تھی کہ اچانک اس کے ہاتھ سے برتن آپ کے چہرے پر گر گیا جس سے چہرہ زخمی ہو گیا۔ آپ نے اس کی طرف سر اٹھا کر دیکھا تو اس نے عرض کی: اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے: وَ الْكٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ۔ امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں نے اپنا غصہ پی لیا۔ اس نے پھر عرض کی: وَ الْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِؕ ارشاد فرمایا: اللہ پاک تجھے معاف کرے۔ اس نے پھر عرض کی: وَ اللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَۚ ارشاد فرمایا: جا! تُو آزاد ہے۔[9]

یوں ہی حضرت سائیں توکل شاہ صاحب انبالوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مریدِ خاص نے کوئی بڑا ہی سخت قصور کیا، آپ نے ناراض ہو کر اسے لنگر سے نکال دیا، اس نے بہت تدبیریں کیں، آپ راضی نہ ہوئے، آپ کے محبوب خلیفہ حضرت محمد عالم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی خدمت میں یہی آیت تلاوت کی اور حضرت امام حسن و امام زینُ العابدین رحمۃ اللہ علیہما کے یہی واقعات سنائے، سائیں صاحب رو پڑے، نکالے ہوئے خادم کو بلایا، اسے کھانا کھلایا اور کچھ نقدی و کپڑے دیئے اور معافی بخشی، کچھ دیر کے بعد بہت روئے، اس شکریہ میں خیرات کئے کہ مجھے رب نے اہلِ بیتِ اطہار رضی اللہ عنہم کی اِتّباع کی توفیق بخشی اور مجھ سے ان کی طرح عمل کرالیا۔[10]

حضرت علامہ عبدُ المصطفےٰ اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اللہُ اکبر! غصہ کو ضبط اور برداشت کرنے والوں کو اللہ پاک اپنا محبوب بنالیتا ہے۔ سبحان اللہ! کوئی بندہ یا بندی اللہ پاک کا محبوب اور پیارا بن جائے اس سے بڑھ کر اور کون سی دوسری نعمت ہو سکتی ہے؟ لہٰذا پیاری بہنو اور بھائیو! تم اپنی یہ عادت بنا لو کہ کوئی کتنی ہی سخت بات تم کو کہہ دے مگر تم اس کو خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کرلو اور غصہ آجائے تو غصہ کو پی جاؤ اور ہرگز ہرگز اپنے غصہ کا اظہار نہ کرو، نہ کوئی انتقام لو۔ اگر تم نے یہ عادت ڈالی تو پھر یقین کرلو کہ تم خدا اور اس کی تمام مخلوق کے پیارے بن جاؤ گے اور خداوند کریم بڑے بڑے درجات و مراتب کا تم کو تاج پہنا کر نیک بختی اور خوش نصیبی کا تاجدار بنادے گا۔[11] غصہ پینے کی خصلت اپنے اندر پیدا کرنے کا ایک زبردست نسخہ نیک اعمال کے رسالے کے مطابق عمل کرنا بھی ہے کہ اس کے سوال نمبر 13 میں ہے: آج آپ نے (گھر میں یا باہر) کسی پر غصہ آجانے کی صورت میں چپ رہ کر غصے کا علاج فرمایا یا بول پڑیں؟

ایک اہم وضاحت علامہ احمد صاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب غصہ آئے تو اس وقت درگزر کرنا اور بُردباری کا مظاہرہ کرنا اخلاقی اچھائیوں میں سے ہے لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ درگزر کرنے سے کسی واجب میں خلل واقع نہ ہو اور اگر کسی واجب میں خلل واقع ہو تو غصے کا اظہار کرنا ضروری ہے جیسے کوئی اللہ پاک کے حرام کردہ کسی کام کو کرے تو اس وقت درگزر سے کام نہیں لیا جائے گا بلکہ اس پر غصہ کرنا واجب ہے۔[12] (مراد یہ کہ اس وقت اللہ پاک کی نافرمانی پر دل میں ناراضی کا آنا ضروری ہے، یہ ضروری نہیں کہ گناہ کرنے والے پر اظہار بھی کیا جائے۔ اس کا دارومدار موقع محل کی مناسبت پر ہے۔)[13]

اللہ کریم ہمیں حکمِ قرآنی پر عمل اور بزرگانِ دین رحمۃ اللہ علیہم کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے غصہ پینے اور عفو و درگزر سے کام لینے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمِین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

1 تفسیر خازن، 1/301 ملخصاً 2 تفسیر خازن، 1/302 3 تفسیر بسیط، 5/599 4 تفسیر نعیمی، 4/187 5 ابن ماجہ، 4/463، حدیث: 4189 6 مراۃ المناجیح، 6/664 7 حلیۃ الاولیاء، 4/237، رقم: 5376 8 تفسیر روح البیان، 2/95 9 تاریخ ابن عساکر، 41/387 10 تفسیر نعیمی، 4/187 11 جنتی زیور، ص 133 ملخصاً 12 حاشیہ صاوی، 5/1878 13 تفسیر صراط الجنان، 9/78

استخارہ

(دوسری و آخری قسط)

بنتِ کریم عطاریہ مدنیہ
معلمہ جامعۃ المدینہ گرلز خوشبوئے عطار واہ کینٹ

کیا استخارے پر عمل کرنا ضروری ہے؟ استخارے کا جواب ظنی ہوتا ہے، یقینی نہیں۔ استخارے میں جو اشارہ آئے اس پر عمل کرنا بہتر ہے لیکن اس کے خلاف بھی عمل کرنا جائز ہے۔

استخارے کے بعد اس پر عمل کرنا فرض یا واجب ہے نہ اس کے خلاف کرنا گناہ ہے۔ اگر استخارے کے خلاف کرنے میں ہی کوئی دنیوی فائدہ ظاہر ہو تو اس پر عمل کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ البتہ بلاوجہ استخارے کے بعد اس کے خلاف عمل نہیں کرنا چاہیے۔

اگر استخارے کے بعد بھی نقصان اٹھانا پڑے تو؟ بعض اوقات انسان استخارہ کرتا ہے اور اسے ایسا کام کرنے کا اشارہ ملتا ہے جو اللہ پاک کے ہاں تو اس کے حق میں بہتر ہوتا ہے لیکن ظاہری اعتبار سے وہ کام اس کی سمجھ میں نہیں آتا، لہٰذا وہ سوچتا ہے کہ میں نے تو اللہ پاک سے یہ چاہا تھا کہ مجھے وہ کام ملے جو میرے لئے بہتر ہو لیکن جو کام ملا وہ تو مجھے اچھا نظر نہیں آرہا، اس میں میرے لئے تکلیف اور پریشانی ہے، پھر کچھ عرصے بعد جب انجام سامنے آتا ہے تب اس کو پتہ چلتا ہے کہ حقیقت میں اللہ پاک نے اس کے لئے جو فیصلہ کیا تھا وہی اس کے حق میں بہتر تھا۔ جیسا کہ حضرت عبدُ اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: آدمی اللہ پاک سے استخارہ کرتا ہے، پھر اللہ پاک اس کے لئے (کوئی کام) چُن لیتا ہے تو وہ آدمی اپنے رب سے ناراض ہوجاتا ہے لیکن جب وہ آدمی اس کام کے انجام میں نظر کرتا ہے تو اسے پتا چلتا ہے کہ یہی کام اس کے لئے بہتر ہے۔[1]

استخارے کے ذریعے یہ معلوم کروانا کیسا کہ جادو کس نے کروایا ہے؟ جس طرح کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کے بہتر ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں استخارہ کیا جاتا ہے اسی طرح دیگر بہت سے کاموں کے لئے بھی استخارہ کیا اور کروایا جاتا ہے، مثلاً مسلسل بیماری، بے روزگاری، بے اولادی یا اور کسی آزمائش کا سامنا ہو تو اس کے اسباب جاننے کے لئے بھی استخارہ کیا جاتا ہے اور استخارے میں بعض اوقات جادو کا اشارہ بھی آجاتا ہے۔

یاد رہے! استخارے سے چونکہ یقینی علم حاصل نہیں ہوتا بلکہ ظنی علم حاصل ہوتا ہے اس لئے استخارہ کرنے والے سے یہ معلوم نہیں کرنا چاہیے کہ جادو کس نے کروایا ہے؟ اگر کوئی استخارہ کرنے والا بتا بھی دے کہ فلاں نے جادو کروایا ہے تو بھی صرف استخارے کی بنیاد پر اس سے تعلق توڑنا، غیبتوں، تہمتوں اور چغلیوں وغیرہ کے گناہوں میں مبتلا ہو جانا اپنی آخرت کو برباد کرنے کا سبب ہے۔

استخارے کے مختلف طریقے استخارہ چونکہ رب سے خیر مانگنے یا کسی سے بھلائی کا مشورہ کرنے کو کہتے ہیں، اس لئے مختلف دعاؤں کے ذریعے رب سے استخارہ کیا جاتا ہے، جن میں سے ایک دعا نماز کے بعد مانگی جاتی ہے اسی وجہ سے اس نماز کو نمازِ استخارہ کہا جاتا ہے۔[2] چنانچہ اس کا طریقہ یہ ہے کہ جب کوئی کسی معاملے کا ارادہ کرے تو دو رکعت نفل پڑھے پھر کہے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ وَ اَسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ وَ اَسْاَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّکَ تَقْدِرُ وَ لَا اَقْدِرُ وَ تَعْلَمُ وَ لَا اَعْلَمُ وَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَ مَعَاشِیْ وَ عَاقِبَۃِ اَمْرِیْ اَوْ قَالَ عَاجِلِ اَمْرِیْ وَ آجِلِہٖ فَاقْدُرْہُ لِیْ وَیَسِّرْہُ لِیْ ثُمَّ بَارِکْ لِیْ فِیْہِ وَاِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا

الْاَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَ مَعَاشِیْ وَ عَاقِبَةِ اَمْرِیْ اَوْ قَالَ فِیْ عَاجِلِ اَمْرِیْ وَ آجِلِهٖ فَاصْرِفْهُ عَنِّیْ وَ اصْرِفْنِیْ عَنْهُ وَ اقْدُرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ كَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ۔[3] علامہ ابنِ عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حدیث میں وارد اس دعا میں هٰذَا الْاَمْرَ کی جگہ چاہے تو حاجت کا نام لے یا اُس کے بعد۔[4] یعنی اگر عربی جانتا ہے تو اس جگہ اپنی حاجت کا ذکر کرے یعنی هٰذَا الْاَمْرَ کی جگہ اپنے کام کا نام لے، مثلاً:

هٰذَا السَّفَرَ یا هٰذَا النِّكَاحَ یا هٰذِهِ التِّجَارَةَ یا هٰذَا الْبَیْعَ کہے اور اگر عربی نہیں جانتا تو هٰذَا الْاَمْرَ ہی کہہ کر دل میں اپنے اس کام کے بارے میں سوچے اور دھیان دے جس کے لئے استخارہ کر رہا ہے۔[5]

استخارے کا جواب کیسے پتہ چلے گا؟ استخارہ کرنے والی کو پتہ کیسے چلے گا کہ میرے لیے کیا بہتر ہے؟ تو یاد رکھئے! اس کے دو طریقے ہیں:

پہلا طریقہ سات بار استخارہ کرے اور اس کے بعد جو بات دل میں جمے اور اس کام کو کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں دل میں جو رجحان پیدا ہوا اس کو اختیار کرے۔

دوسرا طریقہ بعض مشائخ کرام رحمۃ اللہ علیہم سے منقول ہے: دعائے مذکور پڑھ کر باوضو قبلے کی طرف رخ کر کے سوئے۔ اگر خواب میں سفیدی یا سبزی دیکھے تو وہ کام بہتر ہے اور سیاہی یا سرخی دیکھے تو بُرا ہے اس سے بچنا مناسب ہے۔[6]

حکیم الاُمّت حضرت مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس مسئلے کی تفصیل یوں ارشاد فرمائی ہے کہ بعض صوفیا فرماتے ہیں: اگر سوتے وقت دو رکعتیں پڑھ کر یہ دعا پڑھے پھر باوضو قبلہ رو ہو جائے تو اگر خواب میں سبزی یا سفید جاری پانی یا روشنی دیکھے تو کامیابی کی علامت ہے اور اگر سیاہی یا گدلا پانی یا اندھیرا دیکھے تو ناکامی اور نامرادی کی علامت ہے۔[7]

نمازِ استخارہ میں کون سی سورتیں پڑھیں؟ مستحب یہ ہے کہ اس دعا کے اول آخر اَلْحَمْدُ لِلّٰہ اور درود شریف پڑھے۔ پہلی رکعت میں سورۂ کافرون اور دوسری میں سورۂ اخلاص پڑھے۔ بعض مشائخ فرماتے ہیں: پہلی رکعت میں وَ رَبُّكَ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ وَ یَخْتَارُؕ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِیَرَةُؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَ تَعٰلٰى عَمَّا یُشْرِكُوْنَ (۶۸) وَ رَبُّكَ یَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَ مَا یُعْلِنُوْنَ (۶۹) (پ20، القصص: 68، 69) اور دوسری میں وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ یَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِیَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْؕ وَ مَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِیْنًاؕ (۳۶) (پ22، الاحزاب: 36) پڑھے۔[8]

دعا کے ذریعے استخارہ علامہ ابنِ عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ شامی میں لکھتے ہیں: اگر کسی پر نمازِ استخارہ پڑھنا دشوار ہو جائے تو وہ دعا کے ذریعے استخارہ کر لے۔[9]

مشہور محدث حضرت علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ المفاتیح میں لکھتے ہیں: جس کام میں جلدی ہو تو وہ صرف یہ کہہ لے: اَللّٰهُمَّ خِرْ لِیْ وَاخْتَرْ لِیْ وَاجْعَلْ لِیَ الْخِیَرَةَ ترجمہ: یا اللہ! میرا کام بہتر کر دے اور میرے لئے (دو کاموں میں سے بہتر کو) اختیار فرما کر (اس میں) میرے لئے بہتری رکھ دے۔ یا یہ کہے: اَللّٰهُمَّ خِرْ لِیْ وَاخْتَرْ لِیْ وَلَا تَكِلْنِیْ اِلٰى اخْتِیَارِیْ ترجمہ یا اللہ! میرا کام بہتر کر دے اور میرے لئے (دو کاموں میں سے بہتر کو) اختیار فرما اور مجھے میری پسند کے حوالے نہ فرما۔[10]

بزرگانِ دین رحمۃ اللہ علیہم سے استخارہ کرنے کے اور بھی کئی طریقے اور وظائف منقول ہیں مثلاً تسبیح کے ذریعے استخارہ کرنا جو قلیل وقت میں مکمل ہو جاتا ہے۔[11]

اللہ پاک ہمیں اپنی رضا کے کاموں پر راضی رہنے اور ہر اس کام سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے جو اس کی ناراضی کا باعث ہو۔ اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

(1) کتاب الزہد لابن مبارک، ما رواہ نعیم بن حماد، ص32، 33، حدیث:128 (2) بدشگونی، ص47 (3) بخاری، 1 / 393، حدیث:1162 (4) رد المحتار، 2 / 570 (5) بدشگونی، ص48 (6) رد المحتار، 2 / 570 (7) مراٰۃ المناجیح، 2 / 302 (8) رد المحتار، 2 / 570 (9) رد المحتار، 2 / 570 (10) مرقاۃ المفاتیح، 3 / 406، تحت الحدیث:1323 (11) بدشگونی، ص51

ذوالحجہ کی عبادات

محترمہ ام غزالی عطاریہ مدنیہ شعبہ ذمہ دار ماہنامہ خواتین

قمری سال کا بارہواں اور آخری مہینا ذوالحجۃ الحرام ہے، یہ ماہ حُرمَت والے (چار) مہینوں (یعنی ذو القعدہ، ذو الحج، محرم اور رجب) میں شامل اور سب سے افضل ہے، بالخصوص اس ماہ کے پہلے دس دن اور راتوں کے فضائل بہت زیادہ ہیں۔ یہاں تک کہ اس ماہ کا چاند دیکھنا واجبِ کفایہ ہے۔[1]

قرآنِ کریم نے بھی اس ماہ کی پہلی دس راتوں کی قسم ارشاد فرمائی۔ جیسا کہ فرمانِ الٰہی: وَلَيَالٍ عَشْرٍ (پ30، الفجر:2) ترجمہ: اور دس راتوں کی۔ کی تفسیر میں مروی ہے کہ ان دس راتوں سے مراد ذوالحجہ کی پہلی دس راتیں ہیں کیونکہ یہ زمانہ حج کے اعمال میں مشغول ہونے کا زمانہ ہے۔[2] بعض احادیثِ مبارکہ کے مطابق ذو الحج کا پہلا عشرہ رمضان شریف کے بعد سب دنوں سے افضل ہے۔[3] ایک اور روایت میں ہے کہ اللہ پاک کے نزدیک ان دس دنوں کے مقابلے میں کسی دن کا عمل زیادہ محبوب نہیں۔[4] بلکہ ایک روایت کے مطابق ان دس دنوں میں عمل کا ثواب 700 گنا تک بڑھا دیا جاتا ہے۔[5] لہٰذا ہمیں اس عشرے کو غفلت میں نہیں گزارنا چاہئے بلکہ اس عشرے کی جو عبادات بزرگانِ دین سے ثابت ہیں ہمیں بھی ان کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے ان عبادات کو ادا کرنا چاہئے اور ذو الحج کا چاند نظر آنے سے لے کر 10 ذو الحج تک کثرت سے ذکر و اذکار میں مشغول رہنا چاہئے۔ جیسا کہ ایک روایت میں ہے: ان دنوں میں تہلیل (لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ)، تکبیر (اَللہُ اَکْبَر) اور تحمید (اَلْحَمْدُ لِلّٰہ) کی کثرت کرو۔[6]

اللہ پاک کو اس عشرے سے زیادہ کسی دن میں اپنی عبادت کی جانی پسند نہیں۔ حضور اس عشرے کے روزے نہ چھوڑتے۔[7] لہٰذا ہمیں بھی یہ روزے رکھنے چاہئیں۔ نیز اس عشرے کے ہر دن کا روزہ ایک سال کے روزوں اور ہر رات کا قیام شبِ قدر میں عبادت کرنے[8] اور ایک روایت کے مطابق ایک سال کی عبادت کے برابر ہے۔[9]

خوف سے نجات اس عشرے میں روزانہ باوضو کسی بھی وقت سورۂ فجر کا پڑھنا افضل ہے۔ جو کوئی ان دنوں کی حُرمت کو مدِّ نظر رکھ کر سورۂ فجر کا ورد کرے گا تو اللہ پاک اسے قیامت کے دن بخش دے گا اور اس دن اسے کوئی خوف نہ ہو گا۔[10]

عذابِ دوزخ سے نجات اس ماہ کے پہلے دس دن کثرت سے سورۃ الضحیٰ پڑھنے والوں کو اللہ پاک دوزخ کی آگ سے نجات عطا فرمائے گا۔[11]

عشرۂ ذوالحجۃ الحرام کے نوافل

ماہِ ذوالحجۃ الحرام کی پہلی رات بعد نمازِ عشا چار رکعت نفل دو سلام سے اس طرح پڑھئے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص 25، 25 بار پڑھئے تو اللہ پاک بے شمار نمازوں کا ثواب عطا فرمائے گا۔[12]

اس ماہ کی پہلی سے دسویں رات تک روزانہ بعد نمازِ عشا 2 رکعت اس طرح پڑھئے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ کوثر اور سورۂ اخلاص 3، 3 بار پڑھئے تو اس نماز کی عظمت کے سبب اللہ پاک نامۂ اعمال میں بے شمار نیکیاں عطا فرمائے گا اور بے شمار برائیاں مٹا دے گا۔[13] ایک اور روایت کے مطابق جو یہ دو رکعت اس طرح پڑھے کہ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی ایک بار اور سورۂ اخلاص 15 بار پڑھے تو اس کے گناہ اگر ریت کے ذروں کے برابر بھی ہوں تب بھی

اللہ پاک اپنی قدرتِ کاملہ سے معاف فرمادے گا۔(14)

ذوالحج کی دوسری رات بعد نمازِ عشا چار رکعت دو سلام سے اس طرح پڑھئے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی، سورۂ اخلاص، سورۂ فلق اور سورۂ ناس 3،3 بار پڑھئے، بعدِ سلام 11 مرتبہ درودِ پاک پڑھ کر ہاتھ اٹھا کر یہ پڑھئے: سُبْحَانَ ذِی الْعِزَّةِ وَالْجَبَرُوْتِ سُبْحَانَ ذِی الْقُدْرَةِ وَ الْمَلَكُوْتِ سُبْحَانَ الْحَیِّ الَّذِی لَا یَمُوْتُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ هُوَ یُحْیِیْ وَ یُمِیْتُ وَ هُوَ حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبُّ الْعِبَادِ وَ الْبِلَادِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِیْراً طَیِّبًا مُبَارَكًا عَلٰی كُلِّ حَالٍ اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِیْراً رَبَّنَا وَ جَلَالُهٗ وَ قُدْرَتُهٗ بِكُلِّ مَكَانٍ۔ پھر 11 مرتبہ درود شریف پڑھ کر بارگاہِ الٰہی میں جو بھی دعا مانگی جائے گی ان شاء اللہ قبول ہو گی۔(15)

ذوالحج کے پہلے جمعہ کو بعد نمازِ جمعہ 6 رکعت نماز 3 سلام سے اس طرح پڑھئے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص 15،15 بار پڑھئے، بعد سلام 10 مرتبہ یہ کلمات پڑھئے: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ الْمُبِیْنُ۔ اول و آخر 11 مرتبہ درودِ پاک پڑھ کر نماز کی قبولیت اور بخششِ گناہ کے لئے دعا کیجئے تو اللہ پاک اپنی قدرتِ کاملہ سے گناہ معاف کر کے داخلِ جنت فرمائے گا۔(16)

مختلف دنوں کے وظائف بعد نمازِ فجر یا ظہر 100-100 مرتبہ ذوالحج کی 1 اور 6 تاریخ کو یہ کلمات پڑھئے: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَ لَهُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَ یُمِیْتُ وَ هُوَ حَیٌّ لَا یَمُوْتُ بِیَدِهِ الْخَیْرُ وَ هُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔(17) جبکہ 2 اور 7 تاریخ کو یہ کلمات پڑھیں: اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ اِلٰهًا وَاحِدًا اَحَدًا صَمَدًا فَرْدًا وِتْرًا وَلَمْ یَتَّخِذْ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا۔ 3 اور 8 تاریخ کو یہ کلمات پڑھئے: اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ اَحَدًا صَمَدًا لَمْ یَلِدْ وَ لَمْ یُوْلَدْ وَ لَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ۔ 4 اور 9 تاریخ کو یہ کلمات پڑھئے: اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَهُوَ حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ بِیَدِهِ الْخَیْرُ وَ هُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ 5 اور 10 تاریخ کو یہ کلمات حَسْبِیَ اللّٰهُ وَكَفٰی سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ دَعَا لَیْسَ وَرَاءَ اللّٰهِ الْمُنْتَهٰی سُبْحَانَ لَمْ یَزَلْ كَرِیْمًا وَلَا یَزَالُ رَحِیْمًا پڑھنا نہایت ہی مؤثر ہے، ان کلمات کو پڑھنے سے بے شمار عباداتِ الٰہی کا ثواب عطا ہو گا، 10 ہزار نیکیاں نامہ اعمال میں لکھی جائیں گی، 10 ہزار برائیاں مٹا دی جائیں گی، بے شمار فرشتے دعائے رحمت کریں گے اور عمل نیک ہوں گے۔(18)

ایک روایت کے مطابق جو ذوالحجۃ الحرام کی آٹھویں، نویں اور دسویں رات میں شب بیداری کرے تو اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔(19) جس نے یومِ ترویہ (یعنی 8 ذوالحج) کا روزہ رکھا اللہ پاک اسے حضرت ایوب علیہ السلام کے مصائب پر صبر کرنے کے برابر ثواب عطا فرمائے گا اور جس نے یومِ عرفہ (یعنی 9 ذوالحج) کا روزہ رکھا اللہ پاک اسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے برابر ثواب عطا فرمائے گا۔(20)

شبِ ترویہ کے نوافل ذوالحج کی آٹھویں رات بعد نمازِ عشا 16 رکعت نماز 8 سلام سے پڑھئے، ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی ایک ایک بار اور سورۂ اخلاص 15،15 بار پڑھئے، اس نماز کا بے انتہا ثواب ہے اور یہ نماز بہت افضل ہے۔(21)

یومِ ترویہ کے نفل ذوالحج کی 8 تاریخ بعد نمازِ ظہر 6 رکعت نماز 3 سلام سے پڑھئے، پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ عصر، دوسری میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ قریش، تیسری میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ کافرون، چوتھی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ نصر ایک ایک بار، جبکہ پانچویں اور چھٹی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص تین تین بار پڑھئے ان شاء اللہ بے شمار عبادت کا ثواب ملے گا۔(22)

شبِ عرفہ کے نوافل ذوالحج کی نویں رات کو بعد نمازِ عشا 100 رکعت نماز 50 سلام سے پڑھئے، ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص ایک ایک بار پڑھئے تو اللہ پاک پچھلے تمام گناہ معاف فرما کر مغفرت فرمائے گا۔(23)

یومِ عرفہ کا روزہ عرفہ کے دن کا روزہ رکھنے کی برکت سے دو

سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔[24] اُمُّ المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی روایت کے مطابق عرفہ کا روزہ ایک ہزار دن کے روزوں کی طرح ہے۔[25]

یومِ عرفہ کے نوافل ذوالحج کی 9 تاریخ کو نمازِ ظہر اور عصر کے درمیان 4 رکعت نماز ایک سلام سے پڑھئے، ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص 50، 50 بار اور سلام کے بعد 1000 بار پڑھئے تو اللہ پاک اس نماز کا ثواب اس قدر عطا فرمائے گا کہ کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا۔[26]

عرفہ کے دن کی دعائیں اور وظائف ☆حضور عرفہ کے دن کثرت سے یہ دعا پڑھتے تھے: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔[27]

☆حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ زمین میں کوئی ایسا دن نہیں گزرتا کہ جس میں اللہ پاک اپنے بندوں کو جہنم سے آزاد نہ فرماتا ہو اور سب سے زیادہ عرفہ کے دن لوگوں کو جہنم سے آزاد کیا جاتا ہے۔ لہٰذا تم اس میں کثرت سے یہ دعا کیا کرو: اَللّٰهُمَّ اَعْتِقْ رَقَبَتِيْ مِنَ النَّارِ وَ اَوْسِعْ لِيْ مِنَ الرِّزْقِ الْحَلَالِ وَ اصْرِفْ عَنِّيْ فَسَقَةَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ۔[28]

☆بعد نمازِ فجر یہ دعا چند مرتبہ پڑھئے: يَا ذَخِيْرِيْ يَا ذَخِيْرَتِيْ يَا مُمِدِّيْ عِنْدَ شِدَّتِيْ يَا رِجَائِيْ عِنْدَ مُصِيْبَتِيْ يَا غِيَاثِيْ عِنْدَ نَاقَتِيْ يَا اُنْسِيْ فِيْ وَحْدَتِيْ يَا رَحْمَتِيْ فِيْ وَقْتِيْ يَا دَلِيْلِيْ فِيْ حَيْرَتِيْ بِكَ التَّوْفِيْقُ۔ اللہ پاک اس دعا کے پڑھنے والے کو ہزار نیکیاں عطا فرماتا ہے، اس کے ہزار درجے جنت میں بلند کرتا ہے اور اس کی ہر حاجت پوری فرماتا ہے۔[29]

حج: ہر سال ذوالحج کی 8 سے 12 تاریخ کو مکہ مکرمہ میں حج ہوتا ہے۔ جس کے متعلق مروی ہے کہ حج گناہوں کو اس طرح دھو دیتا ہے جیسے پانی میل کو دھو دیتا ہے۔[30]

10 ذوالحج جو کوئی 10 ذوالحج کی رات 12 رکعت اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی ایک بار اور سورۂ اخلاص 5 بار پڑھے تو اللہ پاک اس کے تمام (صغیرہ) گناہ معاف فرما دے گا۔[31] جبکہ اس مہینے کی 10 سے 12 تاریخ تک مسلمان قربانی کرتے ہیں۔ کیونکہ ایک روایت میں ہے: انسان بقر عید کے دن کوئی ایسی نیکی نہیں کرتا جو اللہ پاک کو (جانور کا) خون بہانے سے زیادہ پیاری ہو۔[32]

ماہِ ذوالحج کی ہر رات پڑھی جانے والی نماز جو کوئی ذوالحجۃ الحرام کی ہر رات وتر کے بعد دو رکعت نماز اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ کوثر اور سورۂ اخلاص ایک ایک بار پڑھے تو اللہ پاک اس کے بدن کے ہر بال کے بدلے دس نیکیاں عطا فرمائے گا، ایک لاکھ دینار صدقہ کرنے اور 7 غلام آزاد کرنے کا ثواب عطا فرمائے گا۔[33]

الغرض یہ پورا مہینا رحمتوں اور برکتوں سے بھرپور ہے۔ لہٰذا ہمیں اس مہینے کے ہر لمحے کی قدر کرنی چاہیے۔ اللہ پاک ہمیں اس مقدس مہینے کی قدر نصیب فرمائے۔

آمین بجاہِ النبی الامین صلی اللہ علیہ والہ وسلم

---

(1) بہار شریعت، 2/974، حصہ: 5 (2) تفسیر خازن، 4/374 (3) مدنی پنج سورہ، ص 350 (4) ترمذی، 2/191، حدیث: 57 (5) شعب الایمان، 3/356، حدیث: 3758 (6) مسند امام احمد، 9/324، حدیث: 5446 (7) نسائی، ص 395، حدیث: 2413 ملتقطاً (8) ترمذی، 2/192، حدیث: 758 (9) غنیۃ الطالبین، 2/40 (10) اسلامی مہینوں کے فضائل و مسائل، ص 188 (11) اسلامی مہینوں کے فضائل و مسائل، ص 188 (12) اسلامی مہینوں کے فضائل و مسائل، ص 185 (13) اسلامی مہینوں کے فضائل و مسائل، ص 185 (14) اسلامی مہینوں کے فضائل و مسائل، ص 185 (15) اسلامی مہینوں کے فضائل و مسائل، ص 186 (16) اسلامی مہینوں کے فضائل و مسائل، ص 186 (17) اسلامی مہینوں کے فضائل و مسائل، ص 187 (18) اسلامی مہینوں کے فضائل و مسائل، ص 187 (19) ترغیب و ترہیب، 2/98، حدیث: 2 (20) اسلامی مہینوں کے فضائل و مسائل، ص 197 (21) اسلامی مہینوں کے فضائل و مسائل، ص 188 (22) اسلامی مہینوں کے فضائل و مسائل، ص 188 (23) اسلامی مہینوں کے فضائل و مسائل، ص 189 (24) ترغیب و ترہیب، 2/68، حدیث: 4 (25) شعب الایمان، 3/357، حدیث: 3764 (26) اسلامی مہینوں کے فضائل و مسائل، ص 189 (27) مسند امام احمد، 4/492، حدیث: 3235 (28) لطائف المعارف، ص 325 (29) اسلامی مہینوں کے فضائل و مسائل، ص 189 (30) معجم اوسط، 3/417، حدیث: 4997 (31) جواہر خمسہ، ص 29 (32) ترمذی، 3/162، حدیث: 1498 (33) جواہر خمسہ، ص 28

حضور کی سیدہ خدیجہ سے محبت

(نئی رائٹرز کی حوصلہ افزائی کے لئے یہ دو مضمون 35 ویں تحریری مقابلے سے منتخب کر کے ضروری ترمیم و اضافے کے بعد پیش کئے جارہے ہیں۔)

بنتِ محمد ندیم صدیقہ (اول پوزیشن)
(درجہ: رابعہ، جامعۃ المدینہ گرلز فیضانِ رضا سرجانی ٹاؤن، کراچی)

حضرت خدیجہ رضی اللہُ عنہا وہ عظیم خاتون ہیں جنہیں اللہ پاک نے حضور نبی کریم صلی اللہُ علیہ والہٖ وسلم کے لئے منتخب فرمایا۔ آپ حضور کی پہلی مقدس بیوی اور سب سے بڑی حامی و مددگار تھیں۔ حضور کی سیدہ خدیجہ سے محبت اور ان کا مقام و مرتبہ ملاحظہ فرمائیے:

1 حضرت خدیجہ سے بے پناہ محبت حضور سیدہ خدیجہ سے بے حد محبت فرماتے تھے، جب تک وہ زندہ رہیں حضور نے کسی اور عورت سے نکاح نہ فرمایا۔ ان کی وفات کے بعد بھی حضور انہیں ہمیشہ یاد فرماتے اور ان سے محبت کا اظہار کرتے رہے۔ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہُ عنہا فرماتی ہیں: حضور سیدہ خدیجہ کا کثرت سے ذکر فرماتے تھے۔[1] اسی طرح ایک روایت میں فرماتی ہیں: مجھے حضور کی مقدس بیویوں میں سے کسی پر اتنا رشک نہیں آتا جتنا سیدہ خدیجہ پر آتا ہے، حالانکہ میں نے انہیں دیکھا بھی نہیں تھا۔[2]

2 سیدہ خدیجہ کی وفاداری اور حضور کی قدردانی سیدہ خدیجہ نے حضور کی بعثت سے پہلے اور بعد میں ہر موقع پر ان کا ساتھ دیا۔ جب حضور پر پہلی وحی نازل ہوئی تو آپ گھبرا گئے، مگر سیدہ خدیجہ نے تسلی دی اور عرض کی: اللہ کی قسم! اللہ پاک کبھی آپ کو رُسوا نہ کرے گا، کیونکہ آپ رشتہ جوڑتے، کمزوروں کا بوجھ اُٹھاتے، محتاجوں کے لئے کماتے، مہمان نوازی کرتے اور راہِ حق میں مصیبتوں کو برداشت کرتے ہیں۔[3]

یہ الفاظ ظاہر کرتے ہیں کہ سیدہ خدیجہ حضور کی شخصیت کو کس قدر جانتی تھیں اور ان پر مکمل ایمان رکھتی تھیں۔

3 حضرت خدیجہ کے بعد بھی محبت کا تسلسل حضور سیدہ خدیجہ کے انتقال کے بعد ان کی سہیلیوں سے اچھا سلوک فرمایا کرتے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہُ عنہا فرماتی ہیں: حضور بسا اوقات بکری ذبح فرماتے تو اس کے گوشت کے ٹکڑے کر کے حضرت خدیجہ رضی اللہُ عنہا کی سہیلیوں کو بھیجتے تھے۔[4] یہ محبت کی وہ مثال ہے جو کسی عام انسان کے بس کی بات نہیں۔

4 اللہ پاک کی طرف سے سیدہ خدیجہ کو سلام حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ایک موقع پر حضور صلی اللہُ علیہ والہٖ وسلم سے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہُ علیہ والہٖ وسلم! خدیجہ آپ کے پاس آئیں گی، انہیں اللہ پاک اور میری طرف سے سلام کہیے اور جنت میں موتیوں کے ایک محل کی خوش خبری دیجئے جہاں نہ کوئی شور ہو گا اور نہ کوئی تکلیف۔[5] یہ حدیث واضح ثبوت ہے کہ حضرت خدیجہ کی وفاداری، ایثار اور نبی اکرم صلی اللہُ علیہ والہٖ وسلم سے محبت کو اللہ پاک نے بھی پسند فرمایا۔

5 حضرت خدیجہ کا حضور کی زندگی میں مقام سیدہ خدیجہ حضور کی سب سے بڑی حامی تھیں، اسی وجہ سے حضور انہیں بہت زیادہ یاد کرتے تھے۔ جیسا کہ ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہُ عنہا نے عرض کی: اللہ پاک نے آپ کو اس سے بہتر بیویاں عطا کی ہیں! تو نبی اکرم صلی اللہُ علیہ والہٖ وسلم نے فرمایا: نہیں، خدا کی قسم! خدیجہ سے بہتر مجھے کوئی بیوی نہیں ملی، جب سب لوگوں نے میرا انکار کیا اُس وقت وہ مجھ پر ایمان لائیں اور جب سب لوگ مجھے جھٹلا رہے تھے، اُس وقت انہوں نے میری تصدیق کی اور جس وقت کوئی شخص مجھے کوئی چیز دینے کے لئے تیار نہ تھا اس وقت خدیجہ نے مجھے اپنا سارا مال دے دیا اور انہی سے اللہ پاک نے مجھے اولاد عطا فرمائی۔[6]

نتیجہ: حضور کی سیدہ خدیجہ سے محبت عام نہ تھی، بلکہ یہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی جانب سے ایک وفادار، صابر اور عظیم عورت کی قدر دانی تھی۔ حضرت خدیجہ نے اپنی دولت، محبت اور خلوص سے اسلام کے آغاز میں حضور کی جو مدد کی، وہ ہمیشہ تاریخ میں یاد رکھی جائے گی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم بھی انہیں ہمیشہ یاد رکھتے، ان کے رشتہ داروں اور سہیلیوں سے محبت کرتے اور ان کی خوبیاں بیان فرماتے۔

حضرت خدیجہ کی زندگی ہمیں سکھاتی ہے کہ ایک بہترین ازدواجی رشتہ کی بنیاد محبت، ایثار اور وفاداری پر ہونی چاہیے۔

بنتِ ظہیر عباس
(جامعۃ المدینہ گرلز گنگ سہالی گجرات)

اُمُّ المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی سب سے پہلی رفیقۂ حیات ہیں۔ آپ وہ خوش نصیب اور بلند رتبہ خاتون ہیں جنہوں نے کم و بیش 25 برس حضور کی خدمتِ اقدس میں رہنے کی سعادت حاصل کی۔ حضور کو آپ سے بہت محبت تھی اور حضور کے دل میں آپ کے لئے ایک خاص مقام تھا جو ہمیشہ قائم رہا۔ ذیل میں چند احادیثِ مبارکہ ذکر کی جارہی ہیں جن سے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے لئے محبت خوب ظاہر ہو رہی ہے:

1 سیدہ عائشہ کا رشک: حضور کی سیدہ خدیجہ سے محبت پر سیدہ عائشہ بھی بعض اوقات رشک فرماتیں۔ جیسا کہ آپ فرماتی ہیں: میں نے کسی عورت پر اتنا رشک نہیں کیا جتنا حضرت خدیجہ پر کیا، حالانکہ وہ میری شادی سے تین سال پہلے وفات پاچکی تھیں، کیونکہ میں اکثر حضور سے ان کا ذکر سنتی تھی اور آپ کے رب نے آپ کو حکم دیا تھا کہ آپ انہیں جنت میں موتیوں کے گھر کی خوش خبری دیں۔ حضور بکری ذبح کرتے، پھر اس کا گوشت ان کی سہیلیوں کو بھیجتے۔[7]

معلوم ہوا کہ سیدہ خدیجہ کی وفات کے بعد بھی حضور کی محبت اور عزت ان کے لئے کبھی کم نہ ہوئی، بلکہ سیدہ خدیجہ کا حضور کے دل میں ایک خاص مقام تھا جو کسی اور کے لئے نہیں تھا۔

2 حضرت خدیجہ کی محبت کا عطا ہونا: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم جب بکری ذبح کرتے تو فرماتے: اس کا گوشت خدیجہ کی سہیلیوں کے ہاں لے جاؤ۔ فرماتی ہیں: ایک دن میں نے آپ کو غصہ دلایا تو حضور نے فرمایا: مجھے ان کی محبت عطا کی گئی ہے۔[8]

3 کثرتِ ذکر: محبت کی ایک علامت محبوب کا کثرت سے ذکر کرنا بھی ہے۔ حضور بھی سیدہ خدیجہ کا کثرت سے ذکر فرماتے اور اپنی بلند و بالا شان کے باوجود آپ کی سہیلیوں کا اکرام فرماتے۔ چنانچہ روایت میں ہے کہ جب حضور کی بارگاہِ اقدس میں کوئی چیز پیش کی جاتی تو فرماتے: اسے فلاں عورت کے پاس لے جاؤ کیونکہ وہ خدیجہ کی سہیلی تھی، اسے فلاں عورت کے گھر لے جاؤ کیونکہ وہ خدیجہ سے محبت کرتی تھی۔[9]

4 یادِ خدیجۃ الکبریٰ: ایک بار سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن حضرت ہالہ رضی اللہ عنہا نے حضور کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت طلب کی، ان کی آواز چونکہ سیدہ خدیجہ سے بہت ملتی تھی، لہٰذا حضور کو سیدہ خدیجہ کا اجازت طلب کرنا یاد آگیا اور آپ نے جھرجھری لی۔[10]

یہ احادیث حضور کی سیدہ خدیجہ سے محبت کی شدت کو ظاہر کرتی ہیں۔ سیدہ خدیجہ کی وفات کے بعد بھی حضور کا دل ہمیشہ ان کی یادوں سے بھرا رہا۔ آپ نے ہمیشہ سیدہ خدیجہ کو عزت دی، ان کی قربانیوں، محبت اور وفاداری کو یاد کیا۔ ان کے ذکر سے حضور کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے تھے جو اس بات کا واضح ثبوت تھا کہ آپ کے دل میں سیدہ خدیجہ کے لئے ایک خاص مقام تھا۔ اللہ کریم ہمیں بھی سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے سچی پکی عقیدت و محبت رکھنے کی سعادت نصیب فرمائے۔

اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

(1) معجم کبیر، 23/11، حدیث:14 (2) بخاری، 2/565، حدیث:3818 (3) بخاری، 1/8، حدیث:3 (4) بخاری، 2/565، حدیث:3818 (5) بخاری، 2/565، حدیث:3820 (6) مواہب لدنیہ مع شرح زرقانی، 4/372 (7) بخاری، 4/101، حدیث:6004 (8) ابن حبان، 9/72، حدیث:6967 (9) ادب مفرد، ص68، حدیث:232 (10) بخاری، 2/565، 566، حدیث:3821

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات و عجائبات (قسط5)

گزشتہ سے پیوستہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات و عجائبات کا ذکر جاری ہے۔ پچھلی قسطوں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مصر واپسی کے دوران نبوت ملنے تک کا ذکر ہو چکا ہے، اب اس کے بعد مصر میں رونما ہونے والے معجزات و عجائبات ملاحظہ فرمائیے:

مصر واپسی کے بعد کے معجزات

زبان کی لکنت بچپن میں منہ میں انگارہ رکھنے کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان میں لکنت پیدا ہوگئی تھی، چنانچہ جب اللہ پاک نے آپ کو فرعون کے پاس جا کر اسے نیکی کی دعوت دینے کا حکم فرمایا تو قریب تھا کہ یہ لکنت اس فریضہ کی ادائیگی میں رکاوٹ ہوتی، لہٰذا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ ﴿۲۵﴾ وَ یَسِّرْ لِیْۤ اَمْرِیْ ﴿۲۶﴾ وَ احْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِیْ ﴿۲۷﴾ یَفْقَهُوْا قَوْلِیْ ﴿۲۸﴾ (پ16، طٰہٰ: 25تا28) ترجمہ: اے میرے رب! میرے لیے میرا سینہ کھول دے اور میرے لیے میرا کام آسان فرمادے اور میری زبان کی گرہ کھول دے تاکہ وہ میری بات سمجھیں۔ اللہ پاک نے آپ کی دعا قبول فرمالی اور لکنت دور ہوگئی۔ امیرِ اہلِ سنت دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں: جو کوئی زبان کی لکنت والا ہو ہر نماز کے بعد سات مرتبہ مذکورہ چار آیات پڑھ لیا کرے گا تو ان شاء اللہ وہ صاف بولنے والا بن جائے گا۔[1]

فرعون اور اس کی قوم کے لیے ظاہر ہونے والے معجزات

اللہ پاک کے حکم پر حضرت موسیٰ علیہ السلام جب فرعون اور اس کی قوم کے پاس اللہ پاک کا حکم پہنچانے کے لئے تشریف لائے تو فرعون نے آپ کو پہچان لیا اور اپنے احسانات اور قبطی کو مارنے والا واقعہ یاد کروا کر احسان جتاتے ہوئے آپ کو ملامت کرنے لگا، جس پر آپ نے اس کی باتوں کے ایسے دندان شکن جواب دیئے کہ فرعون لاجواب ہوگیا۔ پھر اس نے بات بدلتے ہوئے ربُّ العٰلمین کے متعلق پوچھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ پاک کے وجود اور اس کی وحدانیت پر بڑی فصاحت و بلاغت کے ساتھ فرعون کے سوال اور اس کی عقل کے مطابق مختلف انداز سے بدل بدل کر ایسے مضبوط دلائل دیئے کہ فرعون عاجز ہوگیا۔ مگر قبول کرنے کے بجائے دھمکیوں پر اتر آیا اور کہنے لگا: قَالَ لَىٕنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَیْرِیْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِیْنَ ﴿۲۹﴾ (پ19، الشعراء: 29) ترجمہ: (فرعون نے) کہا: (اے موسیٰ!) اگر تم نے میرے سوا کسی اور کو معبود بنایا تو میں ضرور تمہیں قید کردوں گا۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا: میں تیرے پاس حق و باطل میں فرق واضح کرنے والا معجزہ لے کر آیا ہوں جو میری حقانیت کی واضح دلیل ہے؛ کیا تو پھر بھی مجھے قید کردے گا؟ فرعون نے وہ معجزہ طلب کیا۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا زمین پر ڈال دیا جو ایک بہت بڑا اژدھا بن گیا، اس کا رنگ زرد اور جسم پر بال تھے، منہ کھلا ہوا تھا، اس کے دونوں جبڑوں کے درمیان 120 فٹ کا فاصلہ تھا، وہ اپنی دُم پر کھڑا ہوگیا اور ایک میل تک زمین سے بلند ہوگیا، اس نے اپنا نیچے والا جبڑا زمین پر رکھا اور اوپر والا فرعون کے محل کی دیواروں پر، وہ فرعون کو پکڑنے کے لیے دوڑا، فرعون نے تخت سے چھلانگ لگادی، خوف اور ہیبت کی وجہ سے اس کی ہوا خارج ہوگئی، اس

دن چار سو مرتبہ اس کی ہوا نکلی، وہ اسی وجہ سے مرتے دم تک پیٹ کی بیماری میں مبتلا رہا اور اسی مرض کے ساتھ غرق ہوا۔ پھر اس اژدھے نے لوگوں کا رخ کیا تو لوگ ڈر کے مارے ادھر ادھر بھاگنا شروع ہو گئے، اس بھگدڑ کی وجہ سے 25 ہزار لوگ ایک دوسرے پر گر کر ہلاک ہو گئے۔ فرعون نے چلانا شروع کیا اور کہا: اے موسیٰ! اس کی قسم جس نے تمہیں رسول بنایا اسے پکڑ لو میں تم پر ایمان لے آؤں گا اور بنی اسرائیل کو بھی تمہارے ساتھ بھیج دوں گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے پکڑا تو وہ پہلے کی طرح عصا بن گیا۔[2]

جب آپ نے اپنا معجزہ دکھا دیا تو فرعون نے کہا: کیا اور بھی کوئی معجزہ ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ پھر آپ نے اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال کر نکالا تو اچانک اس سے سورج کی طرح روشنی نکلنے لگی جس سے دیکھنے والوں کی نگاہیں حیرت زدہ ہو گئیں۔[3]

دو نشانیاں دیکھنے کے بعد فرعون اپنی خدائی کا دعویٰ بھول گیا اور خوف کی وجہ سے تھر تھرانے لگا، مگر ماننے کی توفیق پھر بھی نہ ہوئی اور اپنی جھینپ مٹانے اور بھرم قائم رکھنے کے لیے کہنے لگا: اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِیْمٌ ﴿۳۴﴾ یُّرِیْدُ اَنْ یُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهٖ ۖۗ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿۳۵﴾ (پ19، الشعراء:34، 35) ترجمہ: بیشک یہ بڑے علم والا جادوگر ہے یہ چاہتا ہے کہ تمہیں اپنے جادو کے زور سے تمہارے ملک سے نکال دے تو (اب) تم کیا مشورہ دیتے ہو؟ حالانکہ وہ بخوبی جان چکا تھا کہ آپ جادوگر نہیں بلکہ نبی برحق ہیں، کیونکہ اس کے ملک میں اس کے ماتحت کئی جادوگر تھے، کسی نے بھی کبھی ایسا حیران کن معاملہ دکھایا نہ کبھی نبوت کا دعویٰ کیا، پھر بھی اس نے کوشش کی کہ کسی طرح آپ کو شکست ہو جائے اور اس کی سلطنت بچ جائے،[4] لہٰذا اس نے حضرت موسیٰ کو اپنے جادوگروں سے مقابلے کی دعوت دی۔ چنانچہ مقابلے کے لیے فرعونیوں کی عید کے دن اور چاشت کے وقت کا انتخاب کیا گیا،[5] جب مقررہ دن اور وقت سب لوگ جمع ہو گئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سب سے پہلے جادوگروں کو نصیحت کی تا کہ وہ مقابلے سے باز رہیں، مگر جب وہ ڈٹے رہے اور مقابلے کے لئے صف بندی ہوئی تو جادوگروں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اجازت طلب کی کہ پہلے آپ عصا ڈالیں گے یا ہم ڈالیں؟ آپ نے فرمایا: تمہیں جو ڈالنا ہے ڈال دو۔ چنانچہ انہوں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں ڈالیں تو زمین سانپوں سے بھر گئی اور میدان میں سانپ ہی سانپ دوڑنے لگے اور دیکھنے والے اس نظر بندی سے مسحور ہو گئے۔ ایک قول کے مطابق جادوگروں نے جو رسیاں اور لاٹھیاں زمین پر ڈالی تھیں وہ تین سو اونٹوں پر لاد کر لائی گئی تھیں۔[6] اور امام نسفی فرماتے ہیں: ستر ہزار رسیاں اور اتنی ہی لاٹھیاں تھی۔[7]

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے دل میں خوف محسوس کیا کہ کہیں بعض لوگ معجزہ دیکھنے سے پہلے ہی اس نظر بندی کے گرویدہ ہو جائیں اور معجزہ نہ دیکھیں تو اللہ پاک نے انہیں تسلی دی کہ آپ ہی غالب آئیں گے۔ جب آپ نے اپنا عصا زمین پر ڈالا تو وہ بہت بڑا سانپ بن کر ان کی رسیوں اور لاٹھیوں کو نگلنے لگا جب وہ ان سب کو نگل گیا تو آپ نے اسے پکڑ لیا اور وہ پہلے کی طرح عصا ہو گیا۔ جادوگروں نے یہ دیکھا تو انہیں یقین ہو گیا کہ یہ جادو نہیں۔ لہٰذا وہ بے اختیار بارگاہِ الٰہی میں سجدے میں گر گئے اور ایمان لے آئے۔[8]

امام رازی فرماتے ہیں: جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اژدھے نے تمام رسیوں اور لاٹھیوں کو نگل لیا تو بعض جادوگر کہنے لگے: یہ جادو نہیں ہو سکتا بلکہ یہ خدائی معاملہ ہے۔ اس معجزے سے انہوں نے دلیل پکڑی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ پاک کے سچے نبی ہیں۔[9] کیونکہ جادو میں ایک چیز کی حقیقت نہیں بدلتی صرف نظر بندی ہوتی ہے، اگر یہ جادو ہوتا تو ان کی رسیوں اور لاٹھیوں کو نہ نگلتا۔ بعض مفسرین کے نزدیک فرعون نے جب جادوگروں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مقابلے کے لیے بلایا تو جادوگروں نے فرعون سے کہا تھا کہ ہم حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سوتا ہوا دیکھنا چاہتے ہیں،

چنانچہ اس کی کوشش کی گئی اور انہیں ایسا موقع فراہم کر دیا گیا، انہوں نے دیکھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام خواب میں ہیں اور عصا شریف پہرہ دے رہا ہے۔ یہ دیکھ کر جادوگروں نے فرعون سے کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جادوگر نہیں، کیونکہ جادوگر جب سوتا ہے تو اس وقت اس کا جادو کام نہیں کرتا، مگر فرعون نے انہیں جادو کرنے پر مجبور کیا۔[10]

ایمان اللہ پاک کی بہت بڑی نعمت وعطا ہے وہ جسے چاہتا ہے اپنے فضل سے یہ عطا فرما دیتا ہے، لیکن بعض اعمال اور اچھے کام ایسے بھی ہوتے ہیں جن کی برکت سے اللہ پاک بندے کو ایمان سے نواز دیتا ہے؛ فرعون کے جادوگروں کی بھی ایک بہت خوبصورت نیکی ان کے ایمان کا سبب بن گئی۔ چنانچہ تفسیر کبیر میں ہے: مقابلے سے پہلے جادوگروں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اجازت طلب کرنے میں ادب و احترام کا پاس رکھا اس طرح کہ آپ کا ذکر پہلے اور اپنا بعد میں کیا۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں: اسی ادب و احترام کی برکت سے اللہ پاک نے انہیں ایمان کی نعمت سے سرفراز فرمایا۔[11]

جادوگروں کو ایمان لاتا دیکھ کر فرعون غضب ناک ہو گیا اور اس نے انہیں دھمکی دی کہ ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر انہیں کھجور کے تنوں پر پھانسی دے دے گا۔ مگر وہ بالکل نہ ڈرے اور ایمانی جذبے سے سرشار ہو کر فرعون کی دھمکیوں کو پس پشت ڈالتے ہوئے کہا کہ تو جو چاہے کر لے ہم ایمان چھوڑنے والے نہیں۔ اب فرعون نے ان کے ساتھ ایسا کیا یا نہیں؟ اس بارے میں اختلاف ہے، کیونکہ آیت میں اس کا کہیں ذکر نہیں۔ بعض کہتے ہیں: فرعون نے اپنا قول پورا کیا اور بعض کہتے ہیں: نہیں کیا۔ البتہ! امام رازی فرماتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ فرعون نے اپنی دھمکی پر عمل کر دکھایا اور انہیں ہاتھ پاؤں کٹوا کر شہید کر دیا گیا۔ یہی قول زیادہ واضح ہے کیونکہ فرعون نے اپنا رعب جمانے اور قوم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دین قبول کرنے سے روکنے اور ڈرانے میں مبالغہ ثابت کرنے کے لیے ایسا کیا۔[12] اس واقعے کے بعد فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کچھ نہ کہا، انہیں گرفتار کیا نہ کوئی سزا دی، بلکہ آپ کا راستہ کھلا چھوڑ دیا، کیونکہ فرعون جب بھی آپ کو دیکھتا تو اس پر آپ کا شدید رعب طاری ہو جاتا اور وہ آپ سے بہت ڈرتا تھا، اسی لیے آپ کو کچھ کہنے یا کرنے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔[13] البتہ! فرعونی اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے بلکہ جھوٹے الزامات اور بہتان تراشیاں کرنے لگے اور بنی اسرائیل کی نسل کشی کے منصوبے بنانے لگے مگر ان کی سازش ناکام ہوئی اور اللہ پاک نے انہیں تباہ و برباد فرما دیا، مگر اس سے پہلے دنیا میں کئی طرح کے عذاب دے کر سوچنے سمجھنے کا موقع بھی دیا تاکہ یہ کفر و معصیت سے باز آ جائیں۔ جیسا کہ اللہ پاک نے فرعونیوں کو کئی سال کے قحط، پھلوں کی کمی اور فقر و فاقہ کی مصیبت میں گرفتار کرنے کے متعلق ارشاد فرمایا ہے: وَ لَقَدْ اَخَذْنَاۤ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِیْنَ وَ نَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ یَذَّكَّرُوْنَ۝ (پ9، الاعراف: 130) ترجمہ: اور بیشک ہم نے فرعونیوں کو کئی سال کے قحط اور پھلوں کی کمی میں گرفتار کر دیا تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ حضرت عبدُ اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: دیہات میں رہنے والے فرعونی قحط کی مصیبت میں گرفتار ہوئے اور شہروں میں رہنے والے پھلوں کی کمی کی مصیبت میں مبتلا ہوئے۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ان لوگوں پر ایک وقت ایسا آیا کہ کھجور کے درخت پر صرف ایک ہی کھجور اگتی تھی۔[14]

(یہ سلسلہ جاری ہے اور ان شاء اللہ اگلی قسطوں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مزید معجزات و عجائبات بیان ہوں گے۔)

---

1 فرعون کا خواب، ص25 2 تفسیر صاوی، 2/697 3 تفسیر خازن، 3/385 ملخصاً 4 تفسیر صراط الجنان، 6/210 5 تفسیر نسفی، ص694 مفہوماً 6 تفسیر کبیر، 5/337 7 تفسیر نسفی، ص819 8 تفسیر خازن، 3/386 9 تفسیر کبیر، 5/337 10 تفسیر خازن، 3/259 11 تفسیر کبیر، 5/334، 335 12 تفسیر کبیر، 5/339 13 تفسیر کبیر، 5/340 14 تفسیر ابو سعود، 2/288

سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا

اُمُّ المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا تعلق عرب کے ایک نہایت ہی عزت و شرف والے قبیلۂ قریش کی شاخ بنو عدی سے تھا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اعلانِ نبوت سے 5 سال پہلے جب قریش بیت اللہ شریف کی نئے سرے سے تعمیر میں مصروف تھے تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاں آپ کی ولادت ہوئی۔ حضور کے آٹھویں جدِّ محترم حضرت کعب میں جا کر آپ کا نسب حضور کے نسب شریف سے مل جاتا ہے۔[1] آپ کی والدہ ریطہ بنتِ مظعون حضرت عثمان بن مظعون، حضرت عبدُ اللہ بن مظعون اور حضرت ابو عمرو قدامہ بن مظعون رضی اللہ عنہم کی سگی بہن ہیں۔

ام المومنین کے دو سگے بھائی تھے، حضرت عبدُ اللہ اور ابو عیسیٰ حضرت عبدُ الرحمن اکبر[2]، آپ حضرت عبدُ اللہ سے بڑی تھیں۔[3] آپ کی پہلی شادی حضرت خُنیس بن حُذافہ سہمی رضی اللہ عنہ سے ہوئی، آپ نے اپنے شوہر کے ساتھ مدینہ طیبہ ہجرت کی تھی جو جنگِ بدر یا اُحد میں زخمی ہو گئے۔[4] اور انہی زخموں کی وجہ سے ان کا انتقال ہو گیا۔[5] تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کی دوسری شادی کے لئے فکر مند ہوئے۔ چنانچہ انہوں نے پہلے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے اور پھر حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ سے اپنی بیٹی سیدہ حفصہ سے شادی کی بات کی[6] مگر دونوں کی طرف سے کچھ خاص جواب نہ پا کر بارگاہِ رسالت کی طرف رجوع کیا اور حضور نے انہیں ایسا پیارا جواب ارشاد فرمایا جو آپ اور آپ کی بیٹی کے لئے کسی نعمتِ عظمیٰ سے کم نہ تھا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے انہیں تسلّی دیتے ہوئے اور حوصلہ بڑھاتے ہوئے ارشاد فرمایا: حفصہ سے وہ شادی کرے گا جو عثمان سے بہتر ہے اور عثمان اس سے شادی کرے گا جو حفصہ سے بہتر ہے۔[7] اس واقعے کو گزرے ابھی چند روز ہی ہوئے تھے کہ حضور نے حضرت حفصہ سے نکاح کا پیغام دیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فوراً حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ ان کا نکاح کر دیا۔ نکاح کے بعد جب حضرت عمر کی حضرت ابو بکر صدیق سے ملاقات ہوئی تو حضرت ابو بکر نے فرمایا: جب آپ نے مجھ سے حفصہ کی بات کی تھی اور میں نے کوئی جواب نہ دیا تھا تو شاید اس پر آپ کو مجھ پر غصہ آیا ہو؟ در حقیقت میں یہ بات جانتا تھا کہ حضور نے حضرت حفصہ کا ذکر فرمایا ہے اور میں حضور کا راز بھی ظاہر نہیں کر سکتا تھا۔ اگر حضور ان سے نکاح نہ فرماتے تو میں ضرور قبول کر لیتا۔[8] یوں سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کا نکاح اللہ پاک کے آخری نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے ماہِ شعبان 3 ہجری (اور ایک قول کے مطابق 2 ہجری) میں ہوا۔[9]

اللہ پاک نے اُمُّ المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو بے شمار اوصاف و کمالات سے نوازا تھا۔ آپ کے چند اوصافِ حمیدہ ملاحظہ فرمائیے:

اعلیٰ اوصاف

اُمُّ المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بہت ہی شاندار، بلند ہمت اور سخاوت شعار خاتون تھیں، حق گوئی، حاضر جوابی اور فہم و فراست میں اپنے والد کا مزاج پایا تھا۔[10] آپ کا شمار اَلسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ میں ہوتا ہے۔[11] آپ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ان 6 مقدس بیویوں میں سے ہیں جن کا تعلق قبیلۂ قریش سے تھا۔[12] آپ حضور کی وفات کے وقت حضور کے

پاس موجود تھیں۔[13] آپ کا مبارک حجرہ مسجد (نبوی) سے ملا ہوا تھا جس کا دروازہ عین مسجد میں تھا۔[14] آپ کے علاوہ صبح کے وقت بارگاہِ رسالت میں کوئی نہیں جاتا تھا، نیز حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم آپ کے گھر میں دو رکعت نماز ادا فرما کر باہر تشریف لاتے تھے۔[15] آپ کے خاندان میں سے 6 افراد نے غزوۂ بدر میں شرکت کی سعادت پائی۔[16]

صلوۃ و صوم کی پابند اُمّ المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نماز روزے کی حد درجہ پابند تھیں اور بارگاہِ الٰہی میں آپ کا یہ عمل اس قدر مقبول تھا کہ ایک بار حضور نے آپ کو (ایک راز ظاہر کرنے پر) طلاق دینے کا ارادہ فرمالیا تو جبرائیل امین علیہ السلام حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: لَاتُطَلِّقْهَا فَاِنَّهَا صَوَّامَةٌ قَوَّامَةٌ وَاِنَّهَا زَوْجَتُكَ فِي الْجَنَّةِ یعنی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم! انہیں طلاق مت دیجئے کیونکہ یہ بہت روزہ رکھنے والی، رات میں بہت قیام کرنے والی اور جنت میں آپ کی بیوی ہیں۔[17] ایک روایت میں ہے کہ حضور نے ایک طلاق دے دی تھی، پھر حضرت جبرائیل نے حاضر ہو کر عرض کی: آپ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی، حالانکہ وہ تو بہت روزہ رکھنے والی، رات میں بہت قیام کرنے والی اور جنت میں آپ کی بیوی ہیں۔ لہٰذا حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے رجوع کرلیجئے۔[18]

اہم نصیحت شیخُ الحدیث حضرت علامہ عبدُ المصطفیٰ اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: گھریلو کام دھندا سنبھالتے ہوئے روزانہ اتنی عبادت بھی کرنی پھر حدیث و فقہ کے علوم میں بھی مہارت حاصل کرنی یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بیبیاں آرام پسند اور کھیل کود میں زندگی بسر کرنے والی نہیں تھیں بلکہ دن رات کا ایک منٹ بھی وہ ضائع نہیں کرتی تھیں اور دن رات گھر کے کام کاج یا عبادت یا شوہر کی خدمت یا علم حاصل کرنے میں مصروف رہا کرتی تھیں۔ سبحان اللہ! ان خوش نصیب بیبیوں کی زندگی نبی رحمت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے نکاح میں ہونے کی برکت سے کتنی مقدس، کس قدر پاکیزہ اور کس درجہ نورانی زندگی تھی۔ ماں بہنو! کاش! تمہاری زندگی میں بھی ان اُمّت کی ماؤں کی زندگی کی چمک دمک یا ہلکی سی بھی جھلک ہوتی تو تمہاری زندگی جنت کا نمونہ بن جاتی اور تمہاری گود میں ایسے بچے اور بچیاں پرورش پاتے جن کی اسلامی شان اور زاہدانہ زندگی کی عظمت کو دیکھ کر آسمانوں کے فرشتے دعا کرتے اور جنت کی حوریں تمہارے لئے آمین کہتیں۔ مگر ہائے افسوس کہ تم کو تو اچھا کھانے، اچھے لباس بناؤ سنگار کر کے پلنگ پر دن رات لیٹنے ریڈیو کا گانا سننے سے اتنی فرصت ہی کہاں کہ تم ان امت کی ماؤں کے نقشِ قدم پر چلو! خداوند کریم تمہیں ہدایت دے۔ اس دعا کے سوا ہم تمہارے لئے اور کیا کر سکتے ہیں! کاش! تم ہماری ان مخلصانہ نصیحتوں پر عمل کر کے اپنی زندگی کو اسلامی سانچے میں ڈھال لو اور اُمّت کی نیک بیبیوں کی فہرست میں اپنا نام لکھا کر دونوں جہان میں سرخرو ہو جاؤ۔[19]

شوقِ علمِ دین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو رسولِ پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا خوب خوب فیضان نصیب تھا، یہی وجہ ہے کہ آپ کی شخصیت میں دیگر کمالات کے علاوہ شوقِ علمِ دین کا جذبہ بھی کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا جس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ ایک بار نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے جنگ بدر اور حُدَیبِیَہ میں شریک ہونے والے مسلمانوں کے بارے میں فرمایا: مجھے امید ہے کہ ان شاءاللہ ان میں سے کوئی بھی دوزخ میں نہ جائے گا، آپ نے عرض کی: کیا اللہ پاک نے یہ نہیں فرمایا: وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا (پ16، مریم:71) (ترجمہ: اور تم میں سے ہر ایک دوزخ پر سے گزرنے والا ہے) تو حضور نے فرمایا: اللہ پاک نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے: ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا (پ16، مریم:72) (ترجمہ: پھر ہم ڈرنے والوں کو بچالیں گے اور ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل گرے ہوئے چھوڑ دیں گے۔)[20]

شانِ فقاہت سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا احکام شرعیہ میں بھی بہت معلومات رکھتی تھیں، یہی وجہ ہے کہ آپ کے والد

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کئی معاملات میں آپ کی رائے کو فوقیت دیتے تھے۔ جیسا کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینے شریف کی گلیوں میں رات کو دورہ فرمارہے تھے کہ کسی مکان سے ایک عورت کے اشعار کی آواز آئی جو اپنے شوہر کی جدائی کو بڑے ہی دلسوز انداز میں بیان کر رہی تھی۔ جب آپ نے صورتِ حال معلوم کی تو معلوم ہوا کہ اس کا شوہر راہِ خدا میں اسلام دشمنوں سے لڑنے گیا ہوا ہے اور وہ اس کی جدائی پر غمگین ہے، لہٰذا آپ نے اپنی لاڈلی بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے مشورے سے اسلامی فوج میں یہ حکم جاری فرمادیا کہ چار مہینے سے زیادہ کسی سپاہی کو جنگ میں نہ روکا جائے۔ (21)

حضور کے آرام کا خیال رکھتی تھیں ایک سمجھ دار اور عقل مند بیوی ہمیشہ اپنے شوہر کو خوش رکھنے کے ساتھ ساتھ اس کے آرام کا بھی بھرپور خیال رکھتی ہے۔ اُمُّ المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بھی ایسی ہی صفت سے آراستہ تھیں، آپ بھی حضور کے آرام کا بہت خیال رکھتی تھیں اور حضور کو ہر ممکن طریقے سے راحت و سکون پہنچانے کے لئے کوشاں رہتی تھیں۔ چنانچہ فرماتی ہیں کہ میری باری کے دن حضور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم ایک موٹے ٹاٹ پر سویا کرتے تھے جس کو میں دوتہ کر کے بچھا دیا کرتی تھی۔ ایک مرتبہ میں نے اس ٹاٹ کو چارتہ کر کے بچھا دیا تو صبح آپ نے ارشاد فرمایا: اس ٹاٹ کو تم پہلے کی طرح دہرا کر کے بچھا دیا کرو کیونکہ مجھے خطرہ ہے کہ اس بستر کی نرمی سے کہیں مجھ پر گہری نیند کا حملہ ہو جائے تو میری نمازِ تہجد میں خلل پیدا ہو جائے گا۔ (22)

عشقِ رسول میں رو پڑتیں اُمُّ المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے سامنے حضور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے حالاتِ زندگی بیان کئے جاتے تو حضور کو یاد کر کے پھوٹ پھوٹ کر روتیں اور غمِ نبی میں خوب آنسو بہاتی تھیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ نے اپنے والد سے عرض کی: اگر آپ نرم کپڑا پہنیں اور اچھا کھانا کھائیں تو یہ بہتر ہے اس لئے کہ اللہ پاک نے آپ کو کشادہ رزق اور بہت مال عطا فرمایا ہے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے بیٹی! میں اس معاملے میں تیری مخالفت کروں گا، کیا تجھے یاد نہیں کہ حضور کو زندگی میں کس قدر مشکلات کا سامنا کرنا پڑا؟ پھر آپ حضور کے حالاتِ زندگی بیان کرتے رہے یہاں تک کہ آپ یہ سب یاد کر کے رونے لگیں۔ (23) اے کاش! اُمُّ المومنین کے صدقے ہمیں بھی عشقِ رسول اور غمِ رسول میں رونے کی لازوال دولت نصیب ہو جائے۔ آمین

بھائی کو سنتِ نکاح کی ترغیب دلائی اُمُّ المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نہ صرف خود حضور کی سنتوں پر عمل کرتی تھیں بلکہ دوسروں کو بھی سنتوں کی حکمتیں اور ان کے فائدے بتا کر سنتیں اپنانے کا ذہن دیا کرتی تھیں بالخصوص اپنے گھر والوں کے معاملے میں خوب خوب خیر خواہی کا مظاہرہ فرماتیں۔ چنانچہ جب آپ کے بھائی حضرت عبدُ اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے نکاح نہ کرنے کا ارادہ کیا تو آپ نے ان سے فرمایا: (اے میرے بھائی!) نکاح کر لیجئے! اگر آپ کے ہاں بیٹے کی پیدائش ہوئی اور وہ زندہ رہا تو آپ کے لیے دعا کرے گا۔ (24) یہاں ان بعض خواتین کے لئے درس ہے کہ جو نہ خود کسی جگہ نکاح کرنے کے لئے راضی ہوتی ہیں نہ ہی اپنے بھائیوں کا نکاح ہونے دیتی ہیں شاید اس ڈر سے کہ اگر ان کی شادی ہو گئی تو گھر کا خرچ کون چلائے گا! ان کی خواہشات و ضروریات کون پوری کرے گا! انہیں بازاروں میں کون گھمائے گا! یوں ہی بعض کا یہ بھی ذہن ہوتا کہ پہلے ہماری شادیاں کروا دو، اپنی شادی بعد میں کر لینا وغیرہ بالفرض وہ خود ہمت باندھ کر کبھی سنتِ نکاح کی خواہش کا اظہار کر دیں تو بہنیں انہیں لعن طعن کر کے خاموش کروا دیتی ہیں اور ان کے بہترین رشتے آنے کے باوجود بھی ان کی شادی کروانے پر راضی نہیں ہوتیں۔ اللہ پاک ایسی بہنوں کو عقلِ سلیم عطا فرمائے۔ آمین

آپ کی روایت کردہ احادیث کی تعداد آپ بہت بڑی عبادت گزار ہونے کے ساتھ ساتھ حدیث میں بھی ایک ممتاز درجہ

رکھتی تھیں، چنانچہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے ساٹھ حدیثیں روایت کی ہیں جن میں سے پانچ حدیثیں بخاری شریف میں مذکور ہیں، باقی احادیث دوسری کتبِ حدیث میں درج ہیں۔ علمِ حدیث میں بہت سے صحابہ و تابعین آپ کے شاگردوں کی فہرست میں نظر آتے ہیں جن میں خود آپ کے بھائی حضرت عبدُ اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بہت مشہور ہیں۔[25]

وصال: آپ نے اپنے انتقال فرمانے سے پہلے اپنا مال صدقہ کر دیا تھا اور جائیداد وقف کرنے کی وصیت فرمائی تھی۔[26] شعبان 45 ہجری میں مدینہ منورہ کے اندر آپ کی وفات ہوئی۔ اس وقت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت کا زمانہ تھا اور مروان بن حکم مدینے کا حاکم تھا۔ اسی نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور کچھ دور تک ان کے جنازے کو بھی اٹھایا، پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ قبر تک جنازے کو کاندھا دیئے چلتے رہے۔ آپ کے دو بھائی حضرت عبدُ اللہ اور حضرت عاصم رضی اللہ عنہما اور تین بھتیجوں حضرت سالم بن عبدُ اللہ، حضرت عبدُ اللہ بن عبدُ اللہ اور حضرت حمزہ بن عبدُ اللہ رضی اللہ عنہم نے آپ کو قبر میں اتارا اور آپ جنّتُ البقیع میں دوسری مقدس بیویوں کے پہلو میں دفن ہوئیں۔ بوقتِ وصال آپ کی عمر 60 یا 63 سال تھی۔[27]

---

(1) فیضانِ اُمہاتُ المومنین، ص107، 108 ملخصاً (2) اصابہ، 8/163، رقم: 11256 (3) سیرت حلبیہ، 3/441 (4) سبل الہدی و الرشاد، 11/ 284-285، رقم: 5189 (5) اسد الغابہ، 2/181، رقم: 1485 (6) بخاری، 3/438، حدیث: 5122 ملخصاً (7) مسند امام احمد، 44/22 (8) بخاری، 3/438، 439، حدیث: 5122 (9) منتظم، 3/160 (10) سیرت مصطفیٰ، ص662 (11) فیضان امہات المومنین، ص24 ماخوذاً (12) مواہب لدنیہ، 1/401، 402 ماخوذاً (13) مراۃ المناجیح، 5/81 ماخوذاً (14) شرح معانی الآثار، 1/487، رقم: 2163 (15) احیاء العلوم، 1/261 (16) معجم کبیر، 23/186، حدیث: 301 ماخوذاً (17) معجم کبیر، 23/188، حدیث: 306 (18) مستدرک، 5/20، حدیث: 6818 (19) جنتی زیور، ص485، 486 (20) مسند امام احمد، 44/36، 37، حدیث: 26440 (21) تاریخ الخلفاء، ص112، 113 ملخصاً (22) الشفاء، 1/142 (23) الزھد لامام احمد، ص152، رقم: 660 (24) مسند شافعی، 2/1544، رقم: 1340 (25) سیرتِ مصطفیٰ، ص663 (26) اسد الغابۃ، 7/75 (27) سیرتِ مصطفیٰ، ص663، 664 ملخصاً

باڈی شیمنگ

محترمہ اُمِّ سلمہ عطاریہ مدنیہ — ملیر کراچی

اُمُّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے حضور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے عرض کی: صفیہ کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ ایسی اور ایسی ہیں یعنی پستہ قد ہیں۔ تو حضور نے ارشاد فرمایا: تم نے ایسا کلمہ کہا ہے کہ اگر سمندر میں ملایا جائے تو اس پر غالب آجائے۔[1]

معلوم ہوا! کسی کی ظاہری شکل و صورت اور جسمانی خدوخال میں پائے جانے والے عیوب بیان کرنا یعنی باڈی شیمنگ اسلام میں منع ہے، مگر افسوس! آج یہ بیماری ہمارے معاشرے میں عام ہوتی جا رہی ہے۔ خود خامیوں کا مجموعہ ہونے کے باوجود لوگوں کی ایک تعداد دوسروں کی ظاہری شکل و جسامت کا مذاق اڑاتی نظر آتی ہے۔ کسی کا قد لمبا ہو تو اسے کھمبا اور ٹاور جبکہ چھوٹے قد والے کو بونا و ٹھگنا وغیرہ کہنے میں ذرا بھی دیر نہیں کی جاتی۔ اسی طرح اگر کوئی بھاری جسامت کی ہو تو اسے موٹی بھینس اور پتلی ہو تو سوکھی لکڑی وغیرہ جیسے لفظوں سے یاد کیا جاتا ہے۔

معاذ اللہ! بدن کے ایسے اعضا کو بھی ہدفِ تنقید بنایا جاتا ہے جن کے بارے میں گفتگو کرنا حیا کے سراسر خلاف ہے۔ سیاہی مائل بلکہ سانولی رنگت والی کو حبشن جبکہ چٹی سفید رنگت والی کو پھیکی ہونے سے تعبیر کیا جاتا ہے، چھوٹی آنکھوں، چپٹی ناک، موٹے ہونٹوں اور ٹیڑھے دانتوں والیوں پر بھی تنقید کی

جاتی ہے۔ حالانکہ بعض اوقات عام سی شکل وصورت میں بھی ایسی کشش محسوس ہوتی ہے جسے لفظوں میں بیان کرنا ممکن نہیں۔ بلکہ یوں کہا جائے کہ سفید چادر پر لگا ایک چھوٹا سا کالا داغ تو ہر کوئی فوراً دیکھ لیتا ہے مگر اتنی بڑی چادر کی خوبصورتی نظر نہیں آتی۔ شاید ایسوں کے متعلق ہی کسی نے کہا ہے:

عیبوں کو ڈھونڈتی ہے فقط عیب جو کی نظر
جو خوش نظر ہیں، ہنر و کمال دیکھتے ہیں

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک مرے ہوئے کتے کے پاس سے گزرے، حواریوں نے عرض کی: یہ کتا کس قدر بدبودار ہے! آپ نے فرمایا: اس کے دانت کتنے سفید ہیں۔[2]

عجیب بات یہ ہے کہ باڈی شیمنگ صرف کسی فیشن شو یا مقابلۂ حُسن میں شرکت کرنے والے افراد پر موقوف نہیں بلکہ زندگی کے ہر شعبے میں کام کرنے والے لوگوں پر ہوتی ہے، حالانکہ اکثر اوقات اس فیلڈ میں شکل کی نہیں بلکہ ذہانت اور اچھے اخلاق کی حاجت ہوتی ہے۔ اسی طرح بچوں کی ظاہری شکل وصورت اگر ددھیال پر ہو تو ننھیال میں ان پر نکتہ چینی کی جاتی ہے اور اگر معاملہ الٹ ہو تو ددھیال والے انگلی اٹھاتے ہیں۔ نیز رشتہ کرتے وقت خاص طور پر شکل وصورت کو اہمیت دی جاتی ہے اور لحاظ و مُروّت کو نظر انداز کر کے منفی تبصرے کرنے سے بھی گریز نہیں کیا جاتا۔ اگرچہ رشتہ کرتے ہوئے لڑکے لڑکی کی شکل وصورت اور قدو قامت میں مناسبت کا لحاظ رکھنے میں حرج نہیں، لیکن اس وجہ سے کسی کا دل دکھانا یقیناً اچھا نہیں۔ بلکہ بسا اوقات اچھے خاندان کے اعلیٰ تعلیم یافتہ اور سلجھے ہوئے رشتے ٹھکرا کر ایسی اچھی صورت والوں سے تعلق جوڑ لیا جاتا ہے کہ جن کی بری سیرت کی وجہ سے ان کے ساتھ زندگی گزارنا دشوار ہو جاتا ہے۔ نیز یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ لڑکی لڑکا دونوں خوبصورت ہوں، پھر بھی شادی کے کچھ عرصے بعد ہی جدا ہو جاتے ہیں۔ جبکہ ایسے جوڑے جن میں شکل و صورت کے لحاظ سے واضح فرق پایا جاتا ہے؛ وہ بڑی خوش اور مطمئن زندگی گزار رہے ہوتے ہیں۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ ظاہری حلیے پر ہونے والی بے جا تنقید سے بچنے کے لئے بہت سی لڑکیاں رنگ گورا کرنے کے لئے مصنوعی طریقے استعمال کر کے مختلف طرح کے جلدی امراض میں مبتلا ہو رہی ہیں اور وزن کم کرنے کے چکر میں صحت کا ستیاناس کر رہی ہیں۔

واضح رہے کہ باڈی شیمنگ معاشرتی لحاظ سے ہی نقصان دہ نہیں، بلکہ یہ آخرت کے لئے بھی حد درجہ نقصان دہ ہے۔ جیسا کہ امام محمد بن محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اگر کسی کے عیب کا تعلق اس کی فطرت سے ہے تو اس کی برائی بیان کرنا گویا (معاذَ اللہ) اللہ پاک کی طرف برائی کو منسوب کرنا ہے کیونکہ جو کسی بناوٹ و کاریگری میں عیب نکالتا ہے وہ گویا بنانے والے کی خرابی بیان کرتا ہے۔ کسی نے ایک عقل مند سے کہا: او بد صورت! اس نے جواب دیا: چہرہ بنانا میرے اختیار میں نہیں ورنہ خوبصورت بنا لیتا۔[3] لہٰذا اگر آپ کی بھی شکل و صورت یا جسمانی بناوٹ پر منفی تبصرے کئے جائیں تو انہیں سر پر سوار کرنے کے بجائے نظر انداز کر دیجئے اور ان کاموں پر فوکس رکھئے جو آپ کے اختیار میں ہیں۔ یاد رکھئے! انسان کتنا ہی حسین کیوں نہ ہو، مرنے کے بعد قبر میں پہنچ کر مٹی ہو جائے گا[4] اور صرف اچھے اعمال فائدہ دیں گے۔ اللہ پاک ہمیں اپنے عیوب کی اصلاح کرنے اور دوسروں تک اچھے انداز سے نیکی کی دعوت پہنچانے کی سعادت نصیب فرمائے، نیز ہمیں لوگوں کے عیوب میں مشغول ہونے سے بچائے۔

آمین بجاہِ خاتمِ النبیین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

1 ابوداود، 4/353، حدیث: 4875 2 احیاء العلوم، 3/177
3 احیاء العلوم، 3/184
4 انبیا، اولیا، علما، شہدا اور حافظانِ قرآن کہ قرآنِ مجید پر عمل کرتے ہوں اور وہ جو منصبِ محبت پر فائز ہیں اور وہ جسم جس نے کبھی اللہ پاک کی معصیت (نافرمانی) نہ کی اور وہ کہ اپنے اوقات درود شریف میں مستغرق (مصروف) رکھتے ہیں، ان کے بدن کو مٹی نہیں کھا سکتی۔ (بہارِ شریعت، 1/114، حصہ 1)

شرح قصیدۂ معراجیہ

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ بلاشبہ ایک ذہین ترین شاعر تھے، مگر دیگر شعرا کی طرح آپ نے کبھی بھی مال و دولت کی طلب یا دنیاداروں کی چاپلوسی میں اپنی اس صلاحیت کا استعمال نہ کیا، بلکہ آپ کی شاعری اللہ و رسول کی حمد و ثنا اور بزرگانِ دین کی منقبت و مدحت پر منحصر تھی۔ آپ کی شاعرانہ مہارت کا ایک عظیم شاہکار "قصیدۂ معراجیہ" بھی ہے۔ یہ وہی قصیدۂ معراجیہ ہے جس کے بارے میں لکھنو کے بڑے بڑے ادیبوں نے کہا تھا: **اس کی زبان تو کوثر و تسنیم کی دھلی ہوئی ہے۔**[1] یوں تو اس سے پہلے بھی معراج شریف پر کثیر قصیدے لکھے گئے مگر لہجے کی شگفتگی اور شاعرانہ خوبصورتی میں اعلیٰ حضرت کا یہ فنی شاہکار انفرادی حیثیت رکھتا ہے، کیونکہ یہ قصیدہ سفرِ معراج کے واقعات و معجزات کا مجموعہ ہی نہیں بلکہ اس میں نبی پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی تعریف و توصیف پر مشتمل حیران کن منظر کشی بھی ہے۔ اس کے اشعار کو پڑھ کر یوں لگتا ہے کہ پچھلی صدی کے شُعرا کے کلام کے سامنے اگر اعلیٰ حضرت کا صرف یہ قصیدہ ہی رکھ دیا جائے تو تمام شعرا کے کلام پر یہ اکیلا ہی غالب ہو جائے۔ اشعار کا مقصد، لفظوں کا اتار چڑھاؤ، تشبیہات کی سادگی، نت نئے استعارات کا دلنشین استعمال، جذبات میں خلوص، خوبصورت خیالات اور بہترین ترتیب وغیرہ وہ خوبیاں ہیں جو اس قصیدے کو دیگر قصیدوں سے ممتاز کرتی ہیں۔

پس منظر اس قصیدے کو لکھنے کی وجہ یہ بنی کہ ایک مرتبہ اردو کے ایک مشہور نعت گو شاعر محسن کاکوروی نے ایک بار اپنا قصیدہ سنانے کے لیے اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں حاضری دی، ان کا قصیدہ بھی معراجیہ تھا، ظہر کی نماز کے بعد انہوں نے اپنے اشعار سنانے شروع کیے، ابھی دو ہی اشعار پڑھ سکے تھے کہ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: اب بس کیجیے! بقیہ اشعار عصر کے بعد سنیں گے۔ اسی ظہر و عصر کے درمیان آپ نے اپنا قصیدۂ معراجیہ تحریر فرمایا، جب مجلس منعقد ہوئی تو پہلے اعلیٰ حضرت نے اپنا قصیدہ سنایا جسے سن کر محسن کاکوروی کہنے لگے: اب بس کیجیے اس کے بعد میں اپنا قصیدہ نہیں سنا سکتا، یوں انہوں نے اپنا قصیدہ سنانے سے معذرت کرلی اور بغیر سنائے ہی چلے گئے۔ اس قصیدے کو اعلیٰ حضرت نے **تہنیتِ شادیِ اسرا** کے نام سے موسوم کیا ہے۔ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ اگر کوئی اول تا آخر سفرِ معراج کا مختصر بیان نظم کی صورت میں پڑھنا چاہے تو وہ اعلیٰ حضرت کا یہ قصیدہ پڑھ لے۔

اس قصیدے میں 67 اشعار ہیں اور ہر ہر شعر لطائف و معارف کا سمندر اور عشق و ادب کا قیمتی خزانہ ہے اور یہ حقیقت اس قصیدے کے اشعار کے ذیل میں پیش کردہ اجمالی خاکے میں بخوبی دیکھی جاسکتی ہے:

اشعار	مشمولات
1 تا 12	معراج شریف کی تیاریاں وانتظامات، حیوانات وجمادات اور زمین و آسمان میں خوشی و مسرت کی لہر اور ایک دوسرے کو مبارکبادیاں
13 تا 20	معراج کے دولہا کی انوکھی سہرا بندھی، فرشتوں کی

	سلامی، خیرات بٹنے کا خوبصورت خیال اور حسرتِ رضا
21 تا 26	براق پر سوار ہوتے وقت کی کیفیت، یادِ امت، روانگی کے وقت شان و شوکت اور قُدسی پروٹوکول کی منظر کشی، سفرِ معراج کا آغاز اور براق کی برکت
27	بیت المقدس میں بے مثل شان و شوکت کا ظہور
28 تا 32	آسمانوں کی سیر
33 تا 38	مقامِ سدرہ میں آمد اور جبریل امین کی عذر خواہی
39 تا 42	عرش و کرسی تک رسائی
43 تا 50	عرش و کرسی سے آگے لامکاں کی سیر، عرشِ الٰہی اور حجاباتِ عظمت کو پیچھے چھوڑ کر مقامِ دنیٰ تک رسائی
51 تا 64	بلاحجاب دیدارِ باری سے سرفرازی، محبوب و محب کی ملاقات، راز و نیاز، صلوۃ و تسلیم، عنایات و اکرامات اور بے پایاں شانِ محبوبیت کے اظہار کا دل آویز خیال
65	معراج سے واپسی
66 تا 67	تمنائے رضا

اِن شاءَ اللہ اگلی قسطوں میں شرح سلامِ رضا کی طرز پر قصیدۂ معراجیہ کی مختصر شرح پیش کی جائے گی۔ یہاں اس مبارک قصیدے کے صرف پہلے شعر کی شرح پیشِ خدمت ہے:

(1)

وہ سرورِ کشورِ رسالت جو عرش پہ جلوہ گر ہوئے تھے
نئے نرالے طرب کے ساماں عرب کے مہمان کے لیے تھے

مشکل الفاظ کے معانی **سرور:** بادشاہ۔ **کشورِ رسالت:** رسالت کی سلطنت۔ **طرب:** خوشی۔

مفہومِ شعر نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم جو کہ سلطنتِ رسالت کے بادشاہ ہیں جب آپ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم عرش پہ جلوہ گر ہوئے یعنی آپ کو معراج کا شرف ملا تو عرب کے اس عظیم مہمان کے استقبال کے لیے خوشی اور سکون کے نئے نئے سامان فراہم کئے گئے۔

شرح اس شعر میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ واقعۂ معراج کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ حضور کو عرش کا مہمان بنایا گیا اور آپ کی آمد کے لئے خوشی اور سکون کے نئے نئے سامان کیے گئے چنانچہ نبوت کے گیارہویں سال 27 رجب المرجب سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم معراج سے نوازے گئے۔

مکے شریف سے حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا بیتُ المقدس تک رات کے چھوٹے سے حصے میں تشریف لے جانا قرآن سے ثابت ہے، جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے: سُبْحٰنَ الَّذِیْۤ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَاؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ (۱) (پ15، الاسراء:1) ترجمہ: پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے خاص بندے کو رات کے کچھ حصے میں مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک سیر کرائی جس کے ارد گرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں تاکہ ہم اسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں، بیشک وہی سننے والا، دیکھنے والا ہے۔ لہٰذا اس معراج کا منکر کافر ہے۔

نیز آسمانوں کی سیر اور منازلِ قرب میں پہنچنا صحیح اور مشہور احادیث سے ثابت ہے جو حدِ تواتر کے قریب پہنچ گئی ہیں، اس معراج کا منکر گمراہ ہے۔ جیسا کہ حکیم الامّت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بیتُ اللہ شریف سے بیت المقدس تک کی جسمانی معراج قطعی یقینی ہے، اس کا انکار کفر ہے۔ بیتُ المقدس سے آسمان بلکہ لامکان تک کی معراج کا اگر اس لیے انکار کرتا ہے کہ آسمان کے پھٹنے کو ناممکن مانتا ہے تو بھی کافر ہے کہ اس میں آیاتِ قرآنیہ کا انکار ہے ورنہ گمراہ ہے۔ مزید لکھتے ہیں کہ آیۂ کریمہ سُبْحٰنَ الَّذِیْۤ سے بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ تک بیت المقدس تک کی معراج کا ذکر ہے اور لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا میں آسمانی معراج کا ذکر ہے اور اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ میں لامکانی معراج کا ذکر ہے۔[2]

---

(1) شرح حدائق بخشش فیض احمد اویسی، 10/8 (2) مراۃ المناجیح، 8/135

(2) مراۃ المناجیح، 8/135

طواف کے دوران سیلفی لینا کیسا؟

سوال: دورانِ طواف بہت سے لوگ سیلفی یا مووی بنا رہے ہوتے ہیں تا کہ زندگی کا یادگار لمحہ محفوظ رہے، ان کا ایسا کرنا کیسا؟

جواب: یادگار لمحے کو محفوظ رکھنے کے لیے سیلفی لینے کی ممانعت تو نہیں لیکن جو یکسوئی اور خشوع و خضوع کے مواقع ہیں مثلاً دورانِ طواف اور مواجہہ شریف کی حاضری وغیرہ تو وہاں سیلفی یا وِیڈیو بنانے سے بچنا چاہیے بلکہ موبائل فون کی گھنٹی بھی بند کر دینی چاہیے کیونکہ یہ خشوع و خضوع میں رکاوٹ ہے۔ پہلے پہل حرمین طیبین میں تصویر سازی پر پابندی تھی، جو ایسا کرتے پکڑا جاتا تو انتظامیہ والے اس سے کیمرہ لے کر توڑ دیتے لیکن موبائل فون آنے کے بعد گویا انتظامیہ نے بھی ہار مان لی۔ اب کئی لوگ موبائل فون کے ذریعے وِیڈیو یا فوٹو بنانے میں مصروف ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس کے ساتھ مشغول رہتے ہوئے کبھی بھی عبادت میں یکسوئی نہیں مل سکتی بلکہ دورانِ طواف، سعی، وقوفِ عرفات اور دیگر رش والی جگہوں پر فوٹو یا وِیڈیو بنانے کی صورت میں گناہ میں پڑنے کا بھی اندیشہ ہے، وہ اس طرح کہ دائیں بائیں موجود عورت یا امرد بھی وِیڈیو یا فوٹو میں آسکتے ہیں اور اگر ایسا نہ بھی ہو اجب بھی جتنا وقت فوٹو یا وِیڈیو بنانے میں خرچ ہو گا وہ عبادت سے خالی رہے گا جبکہ اس مبارک سفر کا ایک ایک لمحہ بہت قیمتی ہے۔ خاص کر طواف تو بہت اہم عبادت ہے بلکہ یہ ایسی عبادت ہے جو صرف خانۂ کعبہ میں ہی ہو سکتی ہے، اسی بنا پر خانۂ کعبہ میں حاضر ہونے والے کے لیے افضل ہے کہ نفلی نماز اور دیگر نفلی عبادات کے بجائے صرف طواف میں اپنا وقت صرف کرے۔ اس مبارک سفر میں تو اپنے گناہوں کو یاد کر کے قدم قدم پر شرمندگی کا احساس ہو، ہر وقت بس یہی خیال دل و دماغ پر چھایا رہے کہ ایک بھاگا ہوا مجرم اپنے پاک ربّ کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہے لہٰذا اسے کوئی بھی لمحہ گپ شپ، شاپنگ یا آپس کی ہنسی مذاق میں گزارنا زیب نہیں دیتا۔ ہمارے بزرگانِ دین تو اس تصوّر کی وجہ سے اس مبارک سفر میں سواری پر بیٹھنا بھی پسند نہ فرماتے تھے جیسا کہ حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ حج کے لئے بصرہ سے پیدل نکلے۔ کسی نے عرض کی کہ آپ سوار کیوں نہیں ہوتے؟ آپ نے فرمایا کہ بھاگا ہوا غلام جب اپنے مولا کے دربار میں صلح کے لئے حاضر ہو تو کیا اسے سوار ہو کر آنا چاہیے؟ خدا کی قسم! اگر میں مکۂ معظمہ میں انگاروں پر چلتا ہوا آؤں تو بھی کم ہے۔[1]

دیکھا آپ نے کہ ہمارے بزرگانِ دین کا اس مبارک سفر میں کیسا ذوق و شوق ہوتا تھا کہ پیدل چلنا تو درکنار انگاروں پر چل کر آنے کو بھی کم سمجھتے تھے۔ کاش! ہمیں بھی ان کے ذوق سے کچھ حصّہ مل جاتا اور طواف کے دوران رونا، نگاہیں جھکا کر مستانہ وار گردِ کعبہ گھومنا نصیب ہو جاتا۔ یاد رہے کہ دورانِ طواف پریشان نظری یعنی ادھر ادھر فضول دیکھنا مکروہ ہے۔[2] لہٰذا نظریں جھکائے دل ہی دل میں دعائیں مانگتے ہوئے طواف کیجئے کہ یہ لمحے زندگی میں بار بار نہیں آتے۔ کروڑوں مسلمانوں میں سے آپ کو اللہ پاک نے اپنے در کی حاضری کے لیے چنا ہے لہٰذا ان لمحات کی قدر کیجئے۔[3]

کیا موبائل بھی ذوق میں رکاوٹ کا باعث ہے؟

سوال: کیا سوشل میڈیا اور موبائل فون بھی ذوق میں رکاوٹ کا باعث ہیں؟

جواب: واقعی یہ ایک مسئلہ ہے، طواف کرتے ہوئے کعبہ شریف کو الٹے ہاتھ پر رکھنا ہوتا ہے اس کی طرف پیٹھ بھی نہیں کرنی ہوتی اور ادھر ادھر دیکھنا بھی منع ہے جس کو پریشان نظری بولتے ہیں، لیکن اس سیلفی شاہ کو اگر کسی مشہور آدمی کی سیلفی بنانی ہے تو یہ طواف کرتے کرتے الٹے قدم چلنا شروع ہو جائے گا، کبھی کعبے کو پیٹھ کرے گا نیز اس میں صرف مرد ہی مبتلا نہیں ہیں بلکہ نادان عورتیں بھی یہ حرکتیں کر رہی ہوتی ہیں۔ اب بتایئے کہ ذوق کس دکان سے ملے گا؟ جہاں پر ذوق بٹ رہا ہے، تقسیم ہو رہا ہے اور خوب تجلیات کی بارشیں ہو رہی ہیں وہاں یہ لوگ سیلفی بنانے میں مصروف ہیں اور طواف کے اصول توڑ کر اپنا طواف بھی ناقص بنا رہے ہیں۔ ایسا کرنے سے بعض صورتوں میں بڑے مسائل ہو سکتے ہیں۔

حج وعمرے میں ذوق برباد کرنے والی حرکتیں

سوال: بعض اوقات سیلفی کی وجہ سے ریاکاری بالکل واضح ہوتی ہے جیسے کوئی شخص واقعی دعا مانگ رہا ہو اور کوئی اس کی تصویر بنالے تو اس میں کوئی مضایقہ نظر نہیں آرہا لیکن ایک شخص ہے جو دعا مانگ ہی نہیں رہا مگر دعا والا انداز بنا کر باقاعدہ سیلفی بنوائے جیسے کعبہ کی طرف رخ کر کے دعا کے لیے ہاتھ اٹھا کر کھڑا ہو گا اور کوئی اس کی تصویر بنا رہا ہو گا، آپ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

جواب: جی ہاں! یہ لوگ اپنا پورا طواف Facebook پر Live (براہِ راست) دے رہے ہوتے ہیں بلکہ لمحے لمحے کی خبر بھی دیتے ہیں کہ "میں اب حجرِ اسود کی طرف آرہا ہوں، اب حجرِ اسود سے آگے بڑھ گیا اور اب مستجاب پر ہوں یا اب میں دعا مانگ رہا ہوں اور آپ کے لیے بھی دعا کر رہا ہوں" گویا کہہ رہے ہوتے ہیں کہ میرے جیسا نیک آدمی آپ کے لیے دعا کر رہا ہے۔ سیلفی بنانے والوں یا Facebook پر Live (براہِ راست) طواف دکھانے والوں یا رسمی دعا مانگنے والوں کو ذوق کیسے آئے گا؟ رہا خالی ہاتھ اٹھا کر دعا والا انداز اپنانا تو اس پر ان کو کیا کہا جائے؟ یہ لوگ ایسی اور بہت سی حرکتیں کر رہے ہوتے ہیں جن کی شریعت میں کوئی پذیرائی نہیں ہے۔ جب سے یہ سوشل میڈیا آیا ہے اس نے ایک بڑی تعداد کو خراب کر دیا ہے ورنہ طواف میں تو بندے کو چاہیے تھا کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھے صرف اس قدر اٹھائے کہ گرنے سے بچ جائے اور کسی سے ٹکرا نہ جائے اور خود کو محتاط کر لے تاکہ کسی کو کہنی نہ لگے یا کسی کے پاؤں پر پاؤں نہ آئے، روتے روتے دعائیں مانگتے ہوئے خشوع و خضوع کے ساتھ طواف کرے۔ یہ اسی وقت ہو گا جب ذہن بنا ہوا ہو اور اللہ پاک کی ہیبت، اس کا خوف بھی دل میں ہو، اس کے ساتھ ساتھ اللہ پاک کی محبت کا چشمہ دل میں موجزن ہو نیز اپنے گناہوں کو یاد کرے اور اپنی قسمت پر رشک کرے کہ میرے جیسا گناہ گار وجود اس دربار میں حاضر ہے:

حضور کعبہ حاضر ہیں حرم کی خاک پر سر ہے
بڑی سرکار میں پہنچے مقدر یاوری پر ہے

اس طرح کی ملی جلی کیفیت ہو اور یہ یقین ہو کہ یہاں گناہ معاف کروانے کا گولڈن چانس ہے کہ رحمتِ الٰہی جوش پر ہے یہاں معافی مل جائے گی اور طواف اس وقت تک ختم نہ ہو جب تک سارے گناہ سر سے نہ اتر جائیں۔ اگر اس طرح جھوم جھوم کر اخلاص کے ساتھ کوئی طواف کرے گا تو خدا کی قسم! میرا وجدان کہتا ہے کہ جتنے بھی طواف کرنے والے ہیں وہ سب اس ایک کے صدقے میں بخش دیئے جائیں گے اور سب کے طواف قبول ہو جائیں گے۔ واقعی ایسوں کے صدقے میں ہی ہم نکلیں گے ورنہ ہم تو سیلفی شاہ بن گئے ہیں کوئی ذوق و شوق نہیں ہے سارے کام رسمی ہو رہے ہیں۔[4]

---

(1) تنبیہ المغترین، ص49 (2) فتاویٰ رضویہ، 10 / 745ماخوذاً (3) ملفوظاتِ امیرِ اہلِ سنت، 1 / 120تا122 (4) ملفوظاتِ امیرِ اہلِ سنت، 3 / 51، 52

گھریلو ہنر بھی سکھائیں

ام میلاد عطاریہ*

ہنر مندی انسان کی شخصیت کو نکھارتی ہے، ہر شخص اپنے اندر کچھ صلاحیتیں لے کر پیدا ہوتا ہے جن کو پہچان کر وہ ایک بڑے ہنر میں تبدیل کر لیتا ہے۔ جبکہ تعلیم انسان کو شعور اور معاشرتی آداب سکھا کر معاشرے میں رہنے کے قابل بناتی ہے۔ موجودہ دَور میں تعلیم اور ہُنر کو کسی بھی قوم کی ترقّی اور خوشحالی میں جو بنیادی اہمیّت حاصل ہے اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اپنے مستقبل پر نظر رکھتے ہوئے اپنی بیٹیوں کے لئے ایسے شعبے کا انتخاب کریں جو ان کی ذہانت، قابلیت اور ذوق و شوق سے ہم آہنگ ہو تو یقینی بات ہے کہ وہ اس پیشے میں نہ صرف ترقّی کریں گی بلکہ اس میں زیادہ معاشی فوائد بھی حاصل کر پائیں گی۔ کوئی مہارت نہ ہو تو تعلیمی ڈگری بغیر پانی کے گلاس کی طرح خالی ہوگی۔ اچھی زندگی گزارنے کے لئے مہارت اور ڈگری دونوں چیزیں اہم ہیں۔

اللہ پاک نے مرد و عورت کی تخلیق کر کے دونوں کے لئے اپنے اپنے دائرے میں رہ کر خاص کاموں کا تعین فرما دیا ہے۔ دنیاوی لحاظ سے دیکھا جائے تو دونوں کے اپنے اپنے کام مقرر ہیں اور عورت گھر کی ملکہ ہے اور وہ گھر میں رہ کر اُمورِ خانہ داری کو سنبھالے اور مرد کے لئے کسبِ معاش کی ذمّہ داری ہے کہ وہ اہلِ خانہ کے لئے رزق کمائے۔ بڑا پُر سکون ہوتا ہے وہ لمحہ، جب مَردوں میں سے کوئی اپنی بہن، بیٹی، بیوی یاماں کی ضروریات کا خیال رکھتا ہے انہیں ان کی پسند کی چیزیں لا کر دیتا ہے اور مزید یہ جملے بھی بولے کہ ”کسی اور چیز کی ضرورت ہو تو بتانا میں پورا کروں گا، آپ کو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔“ یہ اور اس طرح کے جملے بڑے فرحت بخش ہوتے ہیں اور تحفّظ کا احساس بھی دلاتے ہیں۔ لیکن پریشانی اس وقت آتی ہے جب خدا نخواستہ باپ، بھائی، شوہر یا بیٹا کسی بڑی مصیبت میں مبتلا ہو جائیں یا دنیا سے رُخصت ہو جائیں اور کسبِ معاش کا کوئی ذریعہ نہ ہو، اب عورت گزارا کیسے کرے؟ اس سے پہلے کہ عورت ہاتھ پھیلانے پر مجبور ہو اسے اپنی صلاحیتوں کا استعمال کرنا سیکھنا چاہئے۔ اس سے وہ خود کفیل ہوگی اور شرمندگی سے بچی رہے گی۔ اگر صنفِ نازک کے ہاتھ میں کوئی ہنر کوئی تجارت یا کسبِ معاش کا کوئی سلیقہ اور ذریعہ نہ ہو تو وہی عورت اس بات پر مجبور ہو جاتی ہے کہ وہ دوسروں کے سامنے اپنے بچّوں کی پرورش کی خاطر دستِ سوال دراز کرے اور بیچارگی کی زد میں آجائے، اور ذلّت آمیز زندگی گُزارے۔ عورت کا اپنے دائرے کے اندر رہ کر کسبِ معاش میں حصّہ لینا کوئی معیوب

* نگرانِ عالمی مجلس مشاورت (دعوتِ اسلامی)

عمل نہیں ہے۔ موجودہ دور میں تو یہ کام اور بھی آسان ہوگیا ہے۔ بہت سارے دلچسپ ہنر ایسے ہیں جو بیٹیوں کو سکھائے جاسکتے ہیں جیسا کہ کوکنگ / بیکنگ کورس کر کے مہارت حاصل کی جاسکتی ہے، گھر کے ڈیکوریشن پیس بنانا، جیولری بنانا، میز پوش، کشن، مکرامے، پراندے اور دستر خوان بنانا، دوپٹوں پر گوٹے سے پھول اور ستارے ٹانکنا، مہندی، دستکاری، کشیدہ کاری، کڑھائی، سلائی، کروشیہ، پینٹنگ اور دیگر بہت سارے ایسے فنون ہیں جو بیٹیوں کو سکھائے جاسکتے ہیں۔ یہ مارکیٹ میں ہینڈی کرافٹ کے زمرے میں آتے ہیں یہ وہ کام ہیں جو خواتین اپنے گھر کی چار دیواری میں رہ کر کرسکتی ہیں۔ اپنی بیٹیوں کو دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ موجودہ دور کے تقاضے کے مُطابق شریعت کی حدود میں رہتے ہوئے دنیاوی تعلیم بھی دیجئے اور اس کے ساتھ گھریلو ہُنر بھی ضَرور سکھائیں، اگر بیٹی کی دلچسپی کسی گھریلو ہنر میں نہیں بڑھتی مثلاً ماؤں کا زیادہ تر رجحان سلائی اور کڑھائی سیکھنے کی طرف ہوتا ہے اور بیٹی کی دلچسپی ان میں نہیں ہوتی مگر زبردستی اسے سلائی کڑھائی سیکھنے بھیجا جاتا ہے جو کہ وہ بددلی کے ساتھ کرتی ہے یا تو سیکھ نہیں پاتی یا سیکھتی بھی ہے تو ایسا کہ برائے نام!! ایسے میں وقت و پیسہ دونوں کا ضیاع ہوتا ہے اور ضَرورت پڑنے پر اسے کوئی ہنر نہیں آتا اور کئی عورتیں تو ایسی ہوتی ہیں جن کے پاس نہ ہی دینی و دنیاوی تعلیم ہوتی ہے نہ ہی کوئی ہنر مگر مجبوری آن پڑنے پر انہیں فیکٹریوں کا رُخ کرنا پڑتا ہے یا گھروں میں صَفائی ستھرائی کا کام کرنا پڑتا ہے اور پھر اکثر جو اخلاقی و معاشرتی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں وہ شاید ہی کسی سے ڈھکی چھپی ہوں۔ ایسے میں والدہ تحمّل کے ساتھ بیٹی سے جاننے کی کوشش کرے کہ بیٹی کی دلچسپی کس طرف ہے؟ آیا اسے مہندی لگانے کی جانب رغبت ہے، یا پینٹنگ کرنے کی شوقین ہے، یا جیولری میکنگ، گھریلو ڈیکوریشن، یا کوکنگ وغیرہ میں دلچسپی رکھتی ہے تو بیٹی کو اس کے شوق کے مُطابق کام سکھا کر اس کام میں ماہر بنائیں تاکہ وہ اس کام میں شوق کے ساتھ ساتھ مہارت بھی حاصل کرلے۔ یا اگر بیٹی گھریلو ہنر میں دلچسپی نہیں رکھتی بلکہ ٹیکنالوجی سیکھنا چاہتی ہے جیسا کہ جدید دَور ہے اس میں کئی لوگوں کا رجحان ڈیجیٹل اسکلز سیکھنے اور اس میں مہارت حاصل کرنے میں بڑھ رہا ہے، آئی ٹی کی مانگ بڑھتی جارہی ہے، گرافکس ڈیزائننگ، ای کامرس، سافٹ وئیر انجینئرنگ، مختلف لینگویجز وغیرہ بہت سی چیزیں ایسی ہیں جو جدید دَور کے ساتھ نئے انداز سے آتی جا رہی ہیں اور نئی نسل کا رُجحان اپنی طرف کھینچتی جارہی ہیں تو علمائے اہلِ سنّت سے اس پر راہنمائی حاصل کرکے پردے کی رعایت کو پیشِ نظر رکھ کر شرعی حُدود میں رہتے ہوئے اپنی بیٹیوں کو ضَرور سکھائیں۔ تاکہ وقت پڑنے پر اپنا ہُنر آزما کر اس کے ذریعے بیٹی مشکل وقت میں مالی طور پر مضبوط بن سکے اور اسے کسی بیساکھی کی ضَرورت نہ پڑے۔ ہنر مند گھریلو خواتین ملک کی معاشی طاقت ہیں۔ خواتین کے لئے ہنر ہتھیار ہے۔ وہ اپنا بوجھ بغیر کسی پر ڈالے اپنے چراغ روشن کرکے اپنے گھروں کے ساتھ ساتھ بہت سے گھروں کے اندھیرے دُور کرنے میں سرگرم ہوسکتی ہے۔ پھر چاہے آرٹ اینڈ کرافٹ ہو، کوکنگ، بیکنگ، سلائی کڑھائی کی کلاسز ہوں یا پھر کسی زُبان و علم کے سیکھنے سکھانے کا عمل، وہ ٹیکنالوجی کا مثبت استِعمال کرتے ہوئے نہ صرف تعلیم و ہنر سے آشنا ہوگی بلکہ اور بھی بہت سی خواتین کو استفادہ کرنے کا موقع فراہم کرے گی۔ اپنی بیٹیوں کو لاڈ پیار میں بے ہنر بھی نہ چھوڑا جائے اور فرمائشوں کو پورا کرتے ہوئے حرام کام بھی نہ سکھائے جائیں جیسا کہ موسیقی، بے پردگی والے کام وغیرہ، وہ کام کرے جو شریعت سے نہ ٹکراتا ہو، دینی و دنیاوی تعلیم دیں، گھریلو کام کاج سکھائیں اور ہنر مند بھی بنائیں۔

دین و دنیا کی بہترین راہنمائی حاصل کرنے کے لئے ہر ہفتے بعد نمازِ عشا مدنی مذاکرہ دیکھنا نہ بھولئے اس کے فوائد آپ جاگتی آنکھوں سے مُلاحظہ فرمائیں گی۔ اِن شآءَ اللہ

بُری عادتیں (قسط 10)

محترمہ بنتِ افضل عطاریہ مدنیہ | معلمہ جامعۃ المدینہ گرلز زمان بہاولپور

دینی تعلیم کو ادھورا چھوڑ جانے کی وجوہات ذکر کیے جانے کا سلسلہ جاری ہے، ذیل میں بیان کردہ بُری عادت بھی ایسی ہی ہے جو علمِ دین کی برکتوں کے حصول میں رکاوٹ کا باعث ہے۔

سبق سمجھنے کی کوشش نہ کرنا

تعلیم اور مقصدِ تعلیم ہر فرد کی زندگی میں ایک انتہائی اہم حیثیت رکھتے ہیں، چنانچہ انسان کو اللہ کریم کی اعلیٰ ترین مخلوق اور خلیفہ قرار دیا گیا، لہٰذا اس کی تعلیم و تربیت بھی ایسی ہونی چاہیے کہ وہ جان سکے کہ ربِّ کریم کی بندگی کے تقاضے کیا ہیں اور وہ کیا چیزیں ہیں جو اسے زمین کی خلافت کا اہل بنا سکتی ہیں۔ اس لئے دینی اسٹوڈنٹس کے علم سیکھنے کا بنیادی مقصد ہی یہ ہونا چاہیے کہ ☆ وہ معرفت و بصیرت کی دولت سے مالا مال ہو سکیں ☆ زندگی کی ابدی اور روحانی حقیقتوں کو جان سکیں ☆ معاشرے میں انفرادی و اجتماعی حیثیت سے جو ذمہ داریاں ان پر عائد ہوتی ہیں انہیں اچھے طریقے سے نبھا سکیں ☆ سائنس اور معاشرتی رجحانات کو درست رخ پہ ڈال سکیں۔

الغرض اسلامی تعلیم کے مقاصد میں بے انتہا وُسعت ہے اور اسی میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ پاک کا خلیفہ اور نائب ہونے کے ناطے ہمارا بنیادی و اولین فرض ہے کہ اپنے خالق و مالک کی اپنی حیثیت کے مطابق پہچان حاصل کریں جس کے لئے اللہ پاک کی ذات و صفات کو جاننا اور اللہ پاک کے احکام سے آگاہ ہونا بہت ضروری ہے۔ کون سے علوم سیکھنا ایک مسلمان کے لئے ضروری ہیں اس کے متعلق اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا ایک فرمان آسان لفظوں میں ملاحظہ فرمائیے: ہر مسلمان مرد و عورت پر علم حاصل کرنا فرض ہے، چنانچہ سب سے پہلے ان علوم کا سیکھنا فرض ہے جن کی طرف انسان بالفعل اپنے دین میں محتاج ہو یعنی وہ عقائد جن کے اعتقاد سے آدمی مسلمان سنّی المذہب ہوتا ہے اور انکار و مخالفت سے کافر یا بدعتی۔ اس کے بعد ہر عاقل، بالغ، مرد، عورت پر وضو، غسل، نماز اور روزہ کے مسائل سیکھنا فرض ہے، اسی طرح مسائلِ زکوٰۃ کا اس شخص کے لئے جاننا جو صاحبِ نصاب ہے اور حج کے مسائل اس کے لئے جس پر وہ واجب ہے، خرید و فروخت کے مسائل جاننا کاروبار کرنے والوں کے لئے تاکہ وہ اپنے تمام معاملات میں مشکوک اور مکروہ کاموں سے بچ جائیں۔ یونہی پیشہ ور اور ہر ایسا آدمی جو کسی کام میں مشغول ہو تو اس پر اس کام کا علم رکھنا فرض ہے، تاکہ وہ اس معاملے میں حرام سے بچ جائے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ پنجگانہ فرض نمازوں کی فرضیت جاننا اور حصولِ اخلاص کا علم رکھنا ضروری ہے کیونکہ ہر عمل کی صحت اس (اخلاص) پر موقوف ہے۔ یونہی حلال، حرام کا علم اور ریا کا علم حاصل کرنا ضروری ہے کیونکہ عابد ریاکار اپنی ریاکاری کی وجہ سے اپنے عمل کے اجر و ثواب سے محروم ہوتا ہے۔ حسد اور خود بینی کا علم رکھنا ضروری ہے کیونکہ یہ دونوں انسانی اعمال کو اس طرح کھا جاتے ہیں جیسے آگ لکڑی کو۔[1]

علمِ دین سیکھنے کا بنیادی مقصد ہی چونکہ رضائے الٰہی کے لئے دینی احکام پہ عمل کرنا ہے لہٰذا دینی اسٹوڈنٹس کے لئے اپنے اسباق کو صحیح سمجھنا انتہائی ضروری ہے کہ اگر انہوں نے دینی مسائل کو صحیح نہ سمجھا تو خود اس پر عمل کس طرح کریں گے یا پھر دوسروں کی کیا رہنمائی کریں گے! کیونکہ حصولِ علم سے مقصود صرف امتحان میں پاس ہونا نہیں بلکہ اسے عملی

زندگی میں نافذ کرنا بھی بے حد ضروری ہے۔ جیسا کہ ایک اسلامی بہن نے کسی سے مسئلہ پوچھا کہ چار رکعت والی فرض نماز کی کون سی رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ سورت ملانا ضروری ہے؟ انہوں نے فرمایا: فرض کی پہلی دو رکعتوں میں سورت ملانا واجب ہے،[2] تیسری اور چوتھی رکعت میں تنہا نماز پڑھنے والے کے لئے سورت ملانا مستحب ہے۔[3] تو پوچھنے والی اسلامی بہن کہتی ہیں: میں تو یہی سمجھی تھی کہ آخری دو رکعات میں بھی سورت ملانا واجب ہے۔ لہٰذا ایک عرصے سے آخری دو رکعات میں بھی سورت ملا کر پڑھ رہی ہوں۔

معلوم ہوا! دینی مسئلے کو درست سمجھا جائے ورنہ عبادات کی ادائیگی ناقص ہو سکتی ہے۔ مگر افسوس! اسٹوڈنٹس کی ایک تعداد سبق کو درست سمجھنے کے معاملے میں سستی و کاہلی کا شکار ہے، جس کی وجہ سے وہ بسا اوقات اپنی تعلیم تک چھوڑ دیتے ہیں، اگرچہ اس کی کئی وجوہات ممکن ہیں، مگر ان میں سے چند یہ بھی ہو سکتی ہیں:

- کچھ اسٹوڈنٹس ذہنی طور پہ کمزور نہیں ہوتے لیکن نفسیاتی طور پر خود کو بہت کمزور یادداشت والا سمجھ لیتے ہیں، پھر اسی مفروضے کی بنا پر یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ مجھے سبق سمجھ آنا ہی نہیں ہے اور اپنے دماغ میں یہ غلط فہمی بٹھا لیتے ہیں کہ عالم / عالمہ بننا ہی میرے نصیب میں نہیں ہے۔
- بعض اسٹوڈنٹس کسی مضمون کو خشک یا بے فائدہ سمجھتے ہیں، یوں انہیں وہ سبجیکٹ بھی مشکل لگنے لگتا ہے اور ان کے اندر مایوسی پیدا ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے وہ اپنی صلاحیتوں سے بھرپور فائدہ نہیں اٹھا پاتے۔
- بعض اسٹوڈنٹس اپنے حال یا مستقبل کی وجہ سے اسباق پر توجہ نہیں دیتے، مثلاً طالبات گھر کے کام کاج کی زیادتی کی وجہ سے پڑھائی پر توجہ نہیں دے پاتیں تو طلبہ کا ذہن پیسے کمانے کا ہوتا ہے۔ لہٰذا پڑھائی ختم ہو جاتی ہے۔
- بعض اسٹوڈنٹس یہ سمجھتے ہیں کہ اگر ٹیچر ز سے سبق سمجھ نہ سکے تو خیر ہے بعد میں شرح سے پڑھ لیں گے یا کسی اور سے سمجھ لیں گے۔
- کچھ تو اس لئے بھی سبق سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے کہ میرے بہت تعلقات ہیں مجھے کون فیل کر سکتا ہے؟ ایسا سمجھنے والوں سے یہ توقع نہیں رکھی جاسکتی کہ وہ سفرِ علم کو کامیابی سے جاری رکھ کر منزلِ مقصود تک پہنچ سکیں۔

لہٰذا وہ تعلیم ادھوری چھوڑ کر جامعہ چھوڑ جاتے ہیں۔

یاد رکھئے! علمِ دین وہ روشنی ہے جس کے بغیر زندگی کا ہر مرحلہ بے رونق ہے۔ عملی زندگی میں علمِ دین کی اہمیت سے ہرگز انکار نہیں کیا جاسکتا۔ بلکہ یہی وہ وقت ہوتا ہے جس کے لئے ابتدائی چند سالوں میں ایک ادارے میں باقاعدہ حصولِ علم کا اہتمام کیا جاتا ہے اور یہیں سے سیکھنے والے معاشرے کے بہترین افراد تیار ہوتے ہیں۔ اگر اسٹوڈنٹس اپنے اسباق کو درست نہ سمجھیں گے یا بے فائدہ سمجھ کر اگنور کر دیں گے تو ایک خاندانی فرد کی حیثیت سے اپنے حقوق و فرائض کو کیسے پہچان سکیں گے! اور معاشرے کا اہم فرد ہونے کی حیثیت سے اپنی ذمہ داریاں کیسے ادا کریں گے؟ لہٰذا اگر اسٹوڈنٹس عملی زندگی میں علم کی روشنی حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ایجوکیشن لائف میں اپنے اسباق کو اچھے طریقے سے سمجھنے اور یاد کرنے کی بھرپور کوشش کریں، دلجمعی اور استقامت کے ساتھ محنت کریں، سبق سمجھ نہ آنے کی صورت میں ٹیچر زیا ذہین، سنجیدہ اور سینئر اسٹوڈنٹس سے بار بار رہنمائی لیتے رہیں کہ اس سے خود اعتمادی پیدا ہو گی، مزید آگے بڑھنے کا حوصلہ ملے گا، مایوسی ختم ہو گی اور اللہ پاک کی توفیق سے سبق سمجھ نہ آنے کی شکایت بھی دور ہو گی۔ اللہ کریم ہم سب کو اپنے دین کی صحیح سمجھ اور عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمِین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

[1] فتاویٰ رضویہ، 23/623تا625 ملتقطاً [2] بہار شریعت، 1/517، حصہ:3 ملخصاً
[3] فتاویٰ رضویہ، 8/192

دارُالافتاء اَہلِسنّت

مفتی فضیل رضا عطّاری*

دارُالافتاء اہلِ سنّت (دعوتِ اسلامی) مسلمانوں کی شرعی راہنمائی میں مصروفِ عمل ہے، تحریری، زبانی، فون اور دیگر ذرائع سے ملک و بیرونِ ملک سے ہزار ہا مسلمان شرعی مسائل دریافت کرتے ہیں، جن میں سے چار منتخب فتاویٰ ذیل میں درج کئے جارہے ہیں۔

1 کیا والدہ بیٹے کے خرچ پر فرض حج کرسکتی ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے بھائی والدہ کو حج پر اپنے ساتھ لے کر جا رہے ہیں، حج کے تمام اخراجات بھائی ادا کریں گے، ایسی صورت میں اگر میری والدہ حج کرتی ہیں، تو کیا بعد میں مالدار ہونے کی صورت میں ان پر دوبارہ حج فرض ہو گا یا نہیں؟ راہنمائی فرمائیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

صورتِ مسئولہ میں اگر آپ کی والدہ فرض حج یا مطلق حج کی نیت سے حج ادا کرتی ہیں، تو ان کا فرض حج ادا ہو جائے گا اور بعد میں مالدار ہونے کی صورت میں ان پر حج فرض نہیں ہو گا، کیونکہ اگر فقیر حج کرتا ہے اور اس میں وہ فرض حج یا مطلق حج کی نیت کرتا ہے تو اس کا فرض حج ادا ہو جائے گا اور آئندہ مالدار ہونے کی صورت میں اس پر دوبارہ حج فرض نہیں ہو گا، بلکہ فقیر کو ایسے موقع پر فرض حج کی ہی نیت کرنی چاہئے کہ مکہ مکرمہ پہنچنے کی وجہ سے اس پر حج فرض ہو گیا، پھر بھی اگر اس نے نفل کی نیت سے حج کیا، تو اس کا نفل حج ادا ہو جائے گا لیکن اس پر دوبارہ حج کرنا فرض ہو گا، اور اس میں بلاوجہ تاخیر کرے گا تو گنہگار ہو گا۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ والہٖ وسلَّم

2 گائے میں پچھلے سال کی قربانی کا حصہ شامل کرنا کیسا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ پچھلے سال مجھ پر قربانی لازم تھی لیکن سستی کی وجہ سے میں قربانی نہیں کر سکا، اب میرا ذہن یہ ہے کہ اس سال میں بڑے جانور میں دو حصے لوں ایک پچھلے سال کی قربانی کا اور ایک اس سال کی قربانی کا، تو کیا میں اس طرح اپنی پچھلے سال کی قربانی کر سکتا ہوں؟ راہنمائی فرمائیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

صورتِ مسئولہ میں آپ پچھلے سال کی قربانی کی نیت سے اس سال گائے میں حصہ نہیں ملا سکتے اور نہ ہی اس سے پچھلے سال کی قربانی ادا ہو گی، بلکہ پچھلے سال کی قربانی کے بدلے پچھلے سال قربانی کے لائق بکری کی جو قیمت تھی وہ صدقہ کرنی ہو گی، اور بلاعذر قربانی نہ کرنے کی وجہ سے آپ گنہگار ہوئے، اس سے توبہ بھی کریں۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ والہٖ وسلَّم

3 کیا قارن کو عمرہ کے بعد حلق کروانے کی اجازت ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ حجِ قران کرنے والا عمرہ کرنے کے بعد حلق کروائے گا یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

حجِ قران کرنے والا، عمرہ کرنے کے بعد حلق نہیں کروائے گا۔ کیونکہ حلق احرام سے باہر ہونے کے لئے ہوتا ہے اور اس کا احرام،

* دارالافتاء اہلِ سنّت عالمی مدنی مرکز فیضانِ مدینہ، کراچی

عمرہ کے بعد ختم نہیں ہو گا بلکہ اس پر عمرہ کے ساتھ حج کے افعال ادا کرنا بھی ضروری ہے۔ لہٰذا اس سے پہلے اس کا حلق کروانا جائز نہیں، اگر حلق کروائے گا تو احرام سے باہر نہیں ہو گا اور اس پر دو دم لازم ہوں گے کہ اس نے حج اور عمرہ دونوں کے احرام میں جنایت کی ہے۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ والہٖ وسلَّم

4 طواف نہ کرنے والا محرم کسی اور محرم کا حلق کرے تو؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں اپنی بیوی کے ساتھ عمرہ پر گیا، عمرہ پر جانے کے بعد جب میرے حلق کا وقت ہوا، تو اس وقت میں نے بیوی سے کہا اور اس نے میرا حلق کیا لیکن وہ اس وقت احرام میں تھی کہ ہم دونوں نے اگرچہ عمرہ کا احرام ایک ساتھ باندھا تھا مگر طبیعت صحیح نہ ہونے کی وجہ سے اس نے عمرہ میں تاخیر کی تھی تو انہوں نے اس وقت تک طواف وغیرہ کچھ نہیں کیا تھا تو اس حالت میں اس نے میرا حلق کر دیا۔ اس صورت میں میرا حلق ہو گیا یا نہیں؟ نیز ان پر کچھ لازم ہو گا یا نہیں؟

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جو شخص احرام کی حالت میں ہو، جب تک اس کے احرام کھولنے کا وقت نہ آجائے اس وقت تک وہ کسی کا حلق نہیں کر سکتا، نہ محرم کا اور نہ ہی غیر محرم کا۔ اگر حلق کرے گا تو گناہ گار ہو گا اور اس پر کفارہ بھی لازم ہو گا۔ کفارہ میں تفصیل یہ ہے کہ اگر اس نے کسی محرم کا حلق کیا تو صدقہ فطر کی مقدار صدقہ لازم ہے اور اگر غیر محرم کا حلق کیا تو اس صورت میں بھی صدقہ لازم ہے مگر اس کی کوئی خاص مقدار متعین نہیں بلکہ ایک کھجور یا ایک مٹھی گندم بھی صدقہ کر سکتا ہے۔ وجہ فرق یہ ہے کہ پہلی صورت میں جنایت دوسری صورت کے مقابلہ میں سخت ہے کہ اس میں اس نے اپنے احرام کی خلاف ورزی کرنے کے ساتھ دوسرے کو بھی جنایت کا مرتکب کیا، جبکہ دوسری صورت میں اس نے صرف اپنے احرام کی خلاف ورزی کی لہٰذا پہلی صورت میں صدقہ فطر کی مقدار لازم ہو گی اور دوسری صورت میں بھی اگرچہ صدقہ لازم ہے مگر اس کی کوئی مقدار متعین نہیں بلکہ جو چاہے صدقہ کرے۔

نیز جس کا حلق کیا گیا وہ اگر احرام میں ہو تو اس پر دم لازم ہو گا اور اگر احرام میں نہ ہو یا احرام میں تھا مگر اس نے طواف و سعی وغیرہ مکمل کر لی، اب صرف حلق باقی ہے تو اس صورت میں محلوق پر (یعنی جس کا حلق کیا گیا اس پر) کچھ لازم نہیں کہ جب احرام کھولنے کا وقت آچکا تو حلق کے مسئلہ میں یہ غیر محرم کی طرح ہو گیا اسی وجہ سے وہ اپنا حلق خود بھی کر سکتا ہے اور اپنی مثل دوسرے شخص کا (یعنی جس کے احرام کھولنے کا وقت آچکا ہو اس کا) بھی حلق کر سکتا ہے تو یہ اس مسئلہ میں غیر محرم کی طرح ہے۔

اس ضروری تفصیل کے بعد آپ کے سوال کا جواب یہ ہے کہ صورت مسئولہ میں چونکہ آپ کے حلق کا وقت ہو چکا تھا تو بیوی کے حلق کرنے سے آپ کا حلق درست ہو گیا اور آپ پر کفارہ بھی لازم نہیں البتہ آپ کی بیوی احرام کی حالت میں آپ کا حلق کرنے کی وجہ سے گناہ گار ہوئی، لہٰذا وہ توبہ کرے اور اس کے ساتھ اس پر بطور کفارہ صدقہ بھی لازم ہے مگر اس صدقہ کی کوئی مقدار متعین نہیں کیونکہ اس نے ایسے شخص کا حلق کیا کہ جس کے حلق کا وقت ہو چکا تھا تو گویا کہ اس نے غیر محرم کا حلق کیا اور اس صورت میں بغیر کسی معین مقدار کے صدقہ لازم ہوتا ہے جیسا کہ اس کی تفصیل شروع میں بیان ہوئی لہٰذا وہ جو چاہے صدقہ کرے، کفارہ ادا ہو جائے گا۔

تنبیہ: صدقہ حرم میں ادا کرنا، ضروری نہیں بلکہ حرم کے علاوہ کہیں اور ادا کیا تو بھی صدقہ ادا ہو جائے گا۔ ہاں! افضل و بہتر یہی ہے کہ مکہ مکرمہ کے مساکین کو دے کہ اس مسئلے میں امام شافعی علیہ الرحمہ کا اختلاف ہے اور ان کے نزدیک صدقہ حرم میں دینا ضروری ہے، غیر حرم میں نہیں دے سکتے، اور ہمارے فقہاء کا اس بات پر اجماع ہے کہ جب تک اپنے مذہب کا مکروہ لازم نہ آئے، فقہاء کے اختلاف کی رعایت کرنا مستحب ہے، لہٰذا امام شافعی علیہ الرحمہ کے قول کی رعایت کرتے ہوئے صدقہ حرم کے مساکین کو دینا افضل و مستحب قرار پائے گا۔

وَاللہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ والہٖ وسلَّم

اسلامی بہنوں کے شرعی مسائل

مفتی فضیل رضا عطاری*

1 حائضہ کا دورانِ بیان آیت کا ترجمہ پڑھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حائضہ عورت بیان کرتے ہوئے قرآنِ پاک کی کسی آیت کا ترجمہ پڑھ سکتی ہے یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

قوانینِ شرعیہ کے مطابق قرآنِ پاک کا ترجمہ خواہ کسی بھی زبان میں ہو، اس کو پڑھنے اور چھونے کا حکم قرآنِ مجید کو پڑھنے اور چھونے جیسا ہی ہے اور مخصوص ایام میں عورت کے لئے قرآن پاک کی تلاوت کے متعلق تفصیل یہ ہے کہ حیض و نفاس کی حالت میں عورت کا تلاوت کی نیت سے قرآنِ کریم کی کسی آیت یا اس کے کسی حصے کا پڑھنا جائز نہیں ہے، اس کے علاوہ دیگر اذکار کلمہ شریف، درود پاک وغیرہ پڑھ سکتی ہے، یونہی قرآنِ کریم کی بھی وہ آیات جو ذکر و ثناء و مناجات و دعا وغیرہ پر مشتمل ہیں اور وہ قرآنیت کے لئے متعین نہیں ہیں، تو انہیں تلاوت کی نیت کئے بغیر، ذکر و دعا کی نیت سے پڑھنا جائز ہے، البتہ ثنا پر مشتمل وہ آیات جو قرآنیت ہی کے لئے متعین ہیں، انہیں کسی دوسری نیت سے بطورِ انشاء اپنا کلام نہیں بنایا جاسکتا، حائضہ کا انہیں پڑھنا جائز نہیں، جیسے وہ آیات جن میں رب تبارک و تعالیٰ نے اپنے لئے متکلم کی ضمیریں ذکر فرمائیں، اسی طرح وہ آیات جن کے شروع میں لفظ "**قل**" موجود ہے انہیں لفظ "**قل**" کے ساتھ پڑھنا بھی جائز نہیں ہے، ہاں اگر لفظ "**قل**" کے بغیر بنیت ثنا پڑھیں تو جائز ہے۔

اس تفصیل کے مطابق سوال کا جواب یہ ہے کہ جن جن صورتوں میں حائضہ عورت کے لئے قرآن پاک پڑھنا حرام قرار دیا گیا، ان میں اس کا ترجمہ بھی نہیں پڑھ سکتی اور جن صورتوں میں قرآنِ پاک پڑھنے کو جائز قرار دیا گیا، ان صورتوں میں ان آیات کا ترجمہ بھی پڑھ سکتی ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ والہٖ وسلَّم

2 خالہ کا بھانجی کے شوہر اور بیٹے سے پردہ کرنا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورت کا اپنی بھانجی کے بیٹوں اور اس کے شوہر سے پردہ ہے یا نہیں؟ رہنمائی فرمادیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

قوانینِ شرعیہ کے مطابق بھانجے بھانجیوں کی اولاد چاہے کتنی نیچے تک ہو، نسبی محارم میں سے ہے اور عورت کا نسبی محارم سے پردہ نہ کرنا واجب ہے یعنی اگر کرے گی تو گنہگار ہوگی۔ البتہ بھانجی کا شوہر اس کے لئے غیر محرم ہے، جبکہ محرم ہونے کی کوئی وجہ مثلاً رضاعت اور مصاہرت وغیرہ نہ ہو اور اس سے پردہ کرنا واجب ہے۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ محرم وہ ہوتا ہے جس کی حرمت ابدیہ ہو یعنی جس سے کبھی کسی حال میں نکاح نہ ہو سکے جیسے باپ، بیٹا، بھائی، بھتیجا، بھانجا وغیرہ اور جس سے نکاح ہو سکتا ہو وہ محرم نہیں۔ اس کے مطابق بھانجی کے اپنے شوہر کے نکاح میں ہوتے ہوئے اگرچہ عورت کا اس کے شوہر سے نکاح نہیں ہو سکتا کہ یہ خالہ اور بھانجی کو نکاح میں جمع کرنا ہے جو حرام ہے، لیکن بھانجی کی موت یا طلاق پھر عدت کے بعد عورت کا اس کے شوہر سے نکاح ہو سکتا ہے، جائز ہے۔ اس اعتبار سے بھانجی کا شوہر محرم نہ ہوا، اور جو محرم نہ ہو، اس سے پردہ کرنا مطلقاً واجب ہوتا ہے، لہٰذا بھانجی کے شوہر سے پردہ کرنا واجب ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ والہٖ وسلَّم

* دارالافتاء اہلِ سنّت عالمی مدنی مرکز فیضانِ مدینہ، کراچی

نرم مزاجی

اُمِّ انس عطاریہ
رکن انٹر نیشنل افیئر ز ڈیپارٹمنٹ

نرمی ایک ایسی خوبصورت اور باکمال صفت ہے کہ انسان ہی نہیں بلکہ جس میں بھی ہو اسے خوبصورت اور قیمتی بنا دیتی ہے، مثلاً زمین نرم ہو تو ہی اس میں کھیتی اگتی ہے، آٹا نرم ہو تو ہی روٹی پکتی ہے، لوہا نرم ہو تو ہی اوزار بنتا ہے، اسی طرح انسان کا دل نرم ہو تو ہی وہ لوگوں کی نظر میں معزز بنتا ہے، لہجہ نرم ہو تو ہی بات دل میں اترتی ہے، الغرض نرمی بے کار چیز کو کار آمد اور بد صورت کو خوبصورت کر دیتی ہے اور ایسا کیونکر نہ ہو کہ اللہ پاک کے آخری نبی صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: نرمی جس چیز میں ہو اس کو زینت بخشتی ہے اور جس چیز سے نرمی نکال لی جاتی ہے اس کو عیب دار کر دیتی ہے۔[1]

مزاج میں نرمی، شفقت اور محبت کا ہونا اللہ پاک کی نعمت و رحمت کی دلیل ہے، جیسا کہ ارشادِ باری ہے: فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ (پ4، اٰل عمرٰن:159) ترجمہ: تو اے حبیب! اللہ کی کتنی بڑی مہربانی ہے کہ آپ ان کے لئے نرم دل ہیں اور اگر آپ تُرش مزاج، سخت دل ہوتے تو یہ لوگ ضرور آپ کے پاس سے بھاگ جاتے۔

یہ بات عام مشاہدے میں بھی دیکھی جا سکتی ہے کہ سخت مزاج سے لوگ دور ہی رہتے ہیں جبکہ نرمی شخصیت کو نکھار کر لوگوں کے دل میں جگہ بنا دیتی ہے۔ پیارے آقا صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کا فرمان ہے: میرا سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جو تم میں اچھے اخلاق والا اور نرم مزاج ہے، جو لوگوں سے اور لوگ اس سے محبت کرتے ہیں۔[2]

یاد رکھیے! دل میں داخل ہونے کا راستہ بہت تنگ ہے سخت چیز اس میں سے نہیں گزر سکتی، اگر نرم ہو گی تو کسی نہ کسی صورت اندر داخل ہو ہی جائے گی، لہٰذا کسی کے دل میں داخل ہونا ہے تو بہت نرم رویہ رکھنا ہو گا، کیسی ہی غصہ دلانے والی بات ہو غصہ پی کر طبیعت کو سنبھال کر، نرم بات، نرم لہجہ اور نرم انداز اختیار کرنا ہو گا تب ہی دونوں جہان کے فائدے حاصل ہوں گے، جیسا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں اس شخص کے بارے میں نہ بتاؤں جس پر جہنم کی آگ حرام ہے؟ ہر نرم طبیعت، نرم زبان، لوگوں سے در گزر کرنے اور قریب ہو۔[3]

لہٰذا ہمیں ہر معاملے میں نرمی اختیار کرنی چاہیے، گھر والوں کو نیکی کی دعوت دینی ہو یا بچوں کو نیک نمازی بنانا ہو یا والدین کو کچھ بتانا ہو تو حکمتِ عملی کے ساتھ نرمی اختیار کریں، سختی کا جواب بھی نرمی سے دیں تو ضرور بات میں اثر پیدا ہو گا۔ جیسا کہ خراساں کے ایک بزرگ کو خواب میں تاتاری قوم کو اسلام کی دعوت دینے کا حکم ہوا، اس وقت ہلاکو خان کا بیٹا تگودار خان حکمران تھا، جب تگودار خان کو اسلام کی دعوت دی گئی تو جواب میں اس نے بہت بدتمیزی اور نہایت تلخ گفتگو کی، تگودار خان کی تیکھی باتوں کا اس بزرگ نے نہایت نرم لہجے میں جواب دیا جس کی بدولت کچھ ہی عرصے میں وہ تگودار خان جو اسلام کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے درپے تھا اسلام کا شیدائی بنا اور اپنی پوری تاتاری قوم سمیت مسلمان ہو گیا۔ تاریخ گواہ ہے کہ ایک مبلغ کی نرم گفتگو کے نتیجے میں وسطِ ایشیا کی خونخوار تاتاری سلطنت اسلامی حکومت سے بدل گئی۔[4]

دیکھا آپ نے! ایک نرم گفتگو نے کتنا پیارا اثر دکھایا۔ بات یہ ہے کہ سمجھانے کا انداز کیسا ہے؟ اس کے لیے قوتِ برداشت پیدا کرنی ہوگی، رویہ اچھا اپنانا ہوگا، ورنہ مثبت بات اگر منفی انداز سے کی جائے تو نصیحت بھی زحمت بن جاتی ہے۔ جو لوگ نصیحت کرنے میں شدت اور سختی اختیار کرتے ہیں، ان کو اس واقعے سے سبق حاصل کرنا چاہیے، چنانچہ منقول ہے کہ مامونُ الرشید کو کسی نے نصیحت کی اور سختی سے پیش آیا تو وہ بولا: اے شخص! نرمی اختیار کر کہ اللہ پاک نے تم سے بہتر (یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام) کو مجھ سے بدتر (یعنی فرعون) کے پاس بھیجا تو نرمی سے پیش آنے کا حکم دیا۔[5]

اگر ہم سب ایک دوسرے کو نرمی کے ساتھ نیکی کی دعوت دینے لگیں تو معاشرے کا رنگ بدل جائے، طلاقوں کی شرح کم ہو جائے، گھر خوشیوں اور امن کے گہوارے بن جائیں، بہن بھائیوں، والدین اور اولاد میں جدائیاں ختم ہو جائیں۔ نرم مزاج ماؤں کی اولاد اکثر ان کی فرمانبردار ہوتی ہے، جبکہ جو خواتین بات بات پر بچوں کو ڈانٹتی ہیں تو بچے بھی سنی ان سنی کرتے ہیں، اگر نرمی کے ساتھ بچوں کو کسی چیز کا نقصان یا فائدہ بتایا جائے تو خاطر خواہ اثر ہوتا ہے، اسی طرح بڑے بہن بھائی چھوٹوں کو اور ساس بہو کو نرمی سے سمجھائیں تو وہ حقیقی عزت پاتے ہیں ورنہ کیا ہوتا ہے کسی سے چھپا نہیں۔

آج صبر و تحمل اور نرم مزاجی جیسی صفات کے ختم ہونے کی ایک وجہ یہ ہے کہ ہم نے اپنا ذہن بنالیا ہے کہ بس سختی سے ہی کام نکالنا اور اپنا رعب ڈالنا ہے۔ میں بھی کسی سے کم نہیں! حالانکہ جو نرم مزاج ہوتی ہیں انہیں سر آنکھوں پر بٹھایا جاتا ہے نہ کہ سخت مزاج کو۔ اینٹ کا جواب پتھر سے اور تھپڑ کا جواب گھونسے سے دینے کی دھن دماغ سے نکل جائے تو معاشرے میں مدینے کی ہواؤں کی ٹھنڈک آنے لگے۔

نرمی کیسے اختیار کی جائے؟ اپنے اندر نرم مزاجی پیدا کرنے کے لیے ☆ حضور کی سیرتِ طیبہ کا مطالعہ کیجئے کہ حضور نہایت ہی نرم طبیعت اور سہل و نرم گفتگو فرمانے والے تھے، جیسا کہ ایک روایت میں ہے: ایک دیہاتی مسجد نبوی میں پیشاب کرنے لگا تو بعض صحابہ اسے ڈانٹنے لگے تو حضور نے منع فرمادیا اور اس دیہاتی کو اپنے قریب بلا کر نہایت نرمی سے سمجھایا کہ مساجد میں پیشاب نہیں کیا جاتا۔[6] وہ دیہاتی حضور کی نرم مزاجی اور عفو و درگزر سے اتنا متاثر ہوا کہ بعد میں ہمیشہ کہا کرتا: میرے والدین حضور پر قربان! حضور نے مجھے ڈانٹا نہ برا بھلا کہا۔[7] ☆ بزرگانِ دین کے واقعات پڑھیے اور سنیے۔ ☆ سخت مزاجی کے اثرات کا مشاہدہ کیجئے اور اللہ پاک سے گڑگڑا کر دعا کیجئے کہ میری زبان، میرے انداز اور میرے کردار میں نرمی عطا فرمادے!

شروع شروع میں شاید اپنے اوپر جبر کرنا پڑے مگر آہستہ آہستہ عادت بنتی چلی جائے گی اور پھر چاہیں بھی تو زبان سے سخت الفاظ نہیں نکل پائیں گے، بات کوشش کی ہے کوشش کرنے والی ہر چیز پالیتی ہے۔ نرم مزاجی کے فوائد پر غور کیجئے کہ

ہے فلاح و کامرانی نرمی و آسانی میں | ہر بنا کام بگڑ جاتا ہے نادانی میں

امیر اہلِ سنت دامت برکاتہم العالیہ کا اندازِ مبارک دیکھ لیجئے کہ شاید کسی نے ان کو غصہ کرتے ہوئے نہیں دیکھا ہوگا، آپ نے کراچی سے لے کر پوری دنیا تک نیکی کی دعوت کا جو پیغام پہنچایا، اس میں بہت بڑا کردار آپ کی حکمت عملی اور نرمی کا بھی ہے، آپ نے دوسروں کو بھی نرمی اپنانے ترغیب دلائی، بلکہ وقتاً فوقتاً تربیت فرماتے ہی رہتے ہیں کہ صرف نرمی نرمی اور نرمی ہی کیجیے۔ آپ مسکراتے ہوئے بڑے بڑے مسائل کے حل پیش کر دیتے ہیں۔ ہمیں بھی نرمی ہی اختیار کرنی چاہیے ان شاء اللہ جو ارادہ لے کر چلیں گی کامیاب ہوں گی۔ تجربہ کر کے دیکھ لیجئے۔

---

(1) مسلم، ص1073، حدیث:6602 (2) معجم اوسط، 5/386، حدیث:7697 (3) معجم اوسط، 1/244، حدیث:837 (4) بیانات عطاریہ، ص388تا390، حصہ:3 (5) احیاء العلوم، 2/411 (6) مسلم، ص133، حدیث:661 ملتقطاً (7) ابن ماجہ، 1/300، حدیث:529

سخت مزاجی

(نئی رائٹرز کی حوصلہ افزائی کے لئے یہ مضمون 36ویں تحریری مقابلے سے منتخب کر کے ضروری ترمیم واضافے کے بعد پیش کیے جارہے ہیں۔)

(اول پوزیشن) ہمشیرہ اخلاق برکاتی
مارہرہ شریف ہند

سخت مزاجی انسانی شخصیت کا ایک ایسا پہلو ہے جو بعض اوقات اصول پسندی، خود اعتمادی اور مضبوط ارادے کی علامت ہوتا ہے، لیکن جب یہ حد سے بڑھ جائے تو رشتوں میں تلخی، دلوں میں سختی اور رویوں میں بے لچک پن پیدا کر دیتی ہے۔ زندگی کے مختلف معاملات میں سختی اور نرمی کے درمیان توازن رکھنا ایک ایسا ہنر ہے جو تعلقات کو مضبوط بنانے کے ساتھ ساتھ شخصیت کو بھی مؤثر اور باوقار بناتا ہے۔

کبھی کبھار سختی کرنا ضروری ہو جاتا ہے، جیسے حق پر ثابت قدم رہنا، اصولوں کی پاسداری کرنا، ناانصافی کے آگے نہ جھکنا اور اپنے نفس پر قابو پانا۔ یہ وہ مواقع ہیں جہاں سختی مثبت اور ضروری رویہ بن جاتی ہے۔ لیکن جب یہی سختی بے جا ضد، عدم برداشت اور بے لچک رویے میں بدل جائے تو نقصان دہ ہو جاتی ہے۔ ایسا طرزِ عمل خاندان اور دوستوں کے درمیان محبت و ہم آہنگی کو کمزور کر دیتا ہے، دلوں میں سختی پیدا کرتا ہے اور انسان کے اندر نرمی و ہمدردی کے جذبات مدھم کر دیتا ہے، جس کے نتیجے میں وہ دوسروں کے احساسات کو نظر انداز کرنے لگتا ہے۔ اسلام ہمیں سختی اور نرمی کے درمیان توازن قائم رکھنے کا درس دیتا ہے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی سیرت مبارکہ میں ہمیں اس کی بہترین مثالیں ملتی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اصولوں پر مضبوطی سے قائم رہتے، مگر ساتھ ہی نرمی، حلم اور بردباری کا اعلیٰ مظاہرہ بھی فرماتے، حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: شرم و حیا ایمان سے ہے اور ایمان جنت میں لے جانے والا ہے، جبکہ فحش گوئی سخت دلی سے ہے اور سخت دلی جہنم میں لے جانے والی ہے۔[1]

کامیاب اور متوازن شخصیت کے لیے ضروری ہے کہ انسان سختی اور نرمی کے درمیان اعتدال قائم رکھے۔ جہاں حق پر ڈٹے رہنے کی ضرورت ہو وہاں مضبوطی کا مظاہرہ کرے، لیکن جہاں محبت، دانائی اور صبر کی ضرورت ہو وہاں نرمی اپنائے کہ یہی طریقہ ایک خوشگوار شخصیت، مضبوط رشتوں اور کامیاب زندگی کی چابی ہے۔ اصولوں پر سمجھوتہ کیے بغیر نرمی اختیار کی جائے۔ گھریلو اور معاشرتی تعلقات میں شفقت اور محبت کو ترجیح دی جائے۔ بات چیت میں سختی کے بجائے نرمی اور حکمت کو اپنایا جائے۔ اپنے رویوں کا جائزہ لیا جائے کہ ہماری سختی واقعی ضروری ہے یا صرف ضد اور انا کی وجہ سے ہے۔ دوسروں کے جذبات اور خیالات کو سمجھنے کی کوشش کی جائے۔

سختی اور نرمی کے درمیان توازن پیدا کرنا ایک فن ہے، جو نہ صرف انسان کی شخصیت کو نکھارتا ہے، بلکہ اس کے تعلقات کو بھی مضبوط کرتا ہے اور اسے زندگی میں کامیابی کی راہ پر گامزن کرتا ہے۔ اگر ہم اپنی سختی کو صرف اصولوں تک محدود رکھیں اور اپنے معاملات میں نرمی، بردباری اور محبت کو شامل کریں تو نہ صرف دوسروں کے لیے باعثِ رحمت بن سکتی ہیں، بلکہ ان شاءاللہ خود بھی ایک بہتر انسان بن سکتی ہیں۔

ام شجاع عطاریہ
گجرات پنجاب

سخت مزاجی انسان کو رسوا کر دیتی ہے۔ اللہ پاک نے قرآنِ مجید میں مکے کے بہت بڑے کافر ولید بن مغیرہ کے عیوب جہاں بیان فرمائے ہیں، انہی میں سے ایک عیب یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ وہ طبعی طور پر بد مزاج اور بد زبان ہے۔[2]

سخت مزاجی کی علامات سخت مزاجی کی کچھ علامات یہ ہیں: بات بات پر جھگڑنا، چھوٹی چھوٹی غلطیوں پر آگ بگولہ ہو جانا اور لڑنے مرنے پر تیار ہو جانا، ہر وقت منہ بنائے رکھنا، لوگوں سے الگ تھلگ رہنا، میل جول نہ رکھنا، اپنے معاملات میں دوسروں سے مشورہ نہ کرنا، کوئی درست مشورہ دے تو اسے قبول نہ کرنا، اپنی بات اور اپنے فیصلے کو حرفِ آخر سمجھنا، دوسروں کو طنز و طعنہ مارنا اور مذاق اڑانا وغیرہ۔

مشہور ہے کہ اگر چاہتے ہو کہ تمہاری عزت کی جائے تو نرم مزاجی اختیار کرو اور اگر چاہتے ہو کہ تمہاری توہین کی جائے تو سخت مزاجی اختیار کرو۔ کسی بزرگ کا قول ہے: بہت سے عزت دار ایسے ہیں جنہیں ان کی سخت گیری نے ذلیل کیا اور بہت سے ایسے ذلیل ہیں جنہیں ان کے اخلاق نے عزت دار بنا دیا۔

واقعی یہ ایک حقیقت ہے کہ نرم مزاج اور حُسنِ اخلاق کا پیکر انسان اگرچہ بظاہر غریب و نادار ہو لیکن لوگوں کے دل اس کی طرف مائل ہوتے ہیں اور سخت مزاج انسان سے ہر کوئی دور بھاگتا ہے۔ ہمارے سلف صالحین سے محبت کرنے والوں کی کثرت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اللہ پاک نے ان ہستیوں کو نرم مزاجی جیسے وصف سے مزین فرمایا اور سخت مزاجی جیسے برے عیب کو ان سے دور رکھا۔

دورِ حاضر میں اس کی مثال امیرِ اہلِ سنت کی صورت میں ہمارے سامنے ہے، جنہوں نے اپنی نرم مزاجی اور حُسنِ اخلاق سے کئی افراد بالخصوص نوجوانوں کی زندگیوں میں مدنی انقلاب برپا کر دیا اور الحمدللہ مرکزی مجلس شوریٰ کے اراکین اور ذمہ داران کی باقاعدہ تربیت فرما کر انہیں بھی اس وصف سے مزین فرمایا۔ امیرِ اہلِ سنت دامت برکاتہم العالیہ کی مبارک زندگی میں کئی سارے ایسے واقعات ملتے ہیں جہاں غصہ دکھانے کے موقع پر غصے کے بجائے حُسنِ اخلاق کا مظاہرہ کیا اور آج ان کے اخلاص اور نرمی مزاجی کے سبب دعوتِ اسلامی ایک پھل دار درخت کی طرح ہمارے سامنے موجود ہے۔

سخت مزاجی کے نقصانات سخت مزاجی کے بہت سارے نقصانات ہیں یہاں چند ملاحظہ ہوں: سخت مزاج اللہ پاک کے نزدیک ناپسندیدہ ہوتی ہے۔ سخت مزاج اپنے ہی ہاتھوں نقصان اٹھاتی ہے۔ سخت مزاج سے سب نفرت کرتی ہیں۔ سخت مزاج کی نصیحت کو بھی کوئی نہیں مانتی۔ سخت مزاج مشکل وقت میں تنہا رہ جاتی ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ سخت مزاج اپنی اس بری صفت کی وجہ سے کئی بار دل دکھاتی اور حقوق العباد ضائع کر دیتی ہے اور اسے اس کی خبر کی بھی نہیں ہوتی ہے جبکہ یہ معاملہ نہایت نازک ترین ہے ایسی صورت میں اگر توبہ و تلافی نہ کی تو بروزِ حشر پھنس بھی سکتی ہے۔

سخت مزاجی سے چھٹکارا حاصل کر کے نرمی کیسے حاصل ہو؟ اس کے لیے لازمی ہے کہ دل کو نرم کیجیے کیونکہ دل انسانی اعضا کا بادشاہ ہے، جب یہ نرم ہو گیا تو آپ کے کردار، گفتار اور اطوار میں خود ہی نرمی پیدا ہو جائے گی۔ بقدرِ ضرورت گفتگو کرنا اور بھوک سے کم کھانا، موت کو یاد کرنا، اچھی صحبت اپنانا اور ہر طرح کے گناہوں سے بچنا وغیرہ ایسے کام ہیں جو دل کو نرم کرتے ہیں۔

ہمیں چاہئے کہ ہم اپنا جائزہ لینے کے بعد اپنے اندر سخت مزاجی پائے جانے کی صورت میں آج سے ہی اس بری عادت سے نجات کی کوشش شروع کر دیں۔ اللہ پاک عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمِین بِجَاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

1 ترمذی، 3/406، حدیث: 2016
2 پ29، القلم: 13

تحریری مقابلہ

اہم نوٹ: ان صفحات میں ماہنامہ خواتین کے 36ویں تحریری مقابلے میں موصول ہونے والے 119 مضامین کی تفصیل یہ ہے:

عنوان	تعداد	عنوان	تعداد	عنوان	تعداد
حضور کی حضرت خدیجہ سے محبت	59	سخت مزاجی	28	بڑھتی ہوئی طلاقوں کی وجوہات	32

مضمون بھیجنے والیوں کے نام

حضور کی حضرت خدیجہ سے محبت اٹک حضرو: بنت محمد ایوب۔ حویلی لکھا: بنت محمد یار۔ حیدر آباد: بنت عبد الوحید خان۔ خوشاب: جوہر آباد: بنت امتیاز حسین، بنت عبدُالخالق، ہمشیرہ عتیق محسن۔ سیالکوٹ: تلواڑہ مغلاں: بنت رزاق احمد، بنت سائیں ملنگا، بنت عارف حسین، بنت محمد جمیل، بنت محمد رفیق، بنت محمد عاصم شہزاد، بنت محمد نعیم، بنت محمد یسین، بنت ناصر محمود، بنت نصیر احمد، بنت وسیم علی، خوشبوئے مدینہ، ہمشیرہ غلام عباس۔ شفیع کا بھٹہ: بنت امجد فاروق، بنت امجد پرویز، بنت سعید، بنت طاہر، بنت محمد بشیر، بنت کاشف شیراز، بنت یعقوب، ہمشیرہ میر حمزہ۔ مظفر پورہ: بنت محمد عمران، بنت اجمل، بنت ارشد، بنت اعجاز، بنت نعیم، ہمشیرہ محمد قاسم۔ معراج کے: بنت منور حسین، بنت نصیر احمد، بنت نور حسین۔ نندپور: ام ہانی، بنت عبدالستار مدنیہ، بنت محمد الیاس، بنت محمد انور۔ پاکپورہ: بنت سید ابرار حسین۔ گلبہار: بنت الیاس، بنت محمد شہباز، ہمشیرہ فیصل خان۔ فیصل آباد: جھمرہ سٹی: بنت محمد انور۔ ملتان: بنت یعقوب۔ قادر پوراں: بنت اسحاق۔ کالیکی منڈی: بنت محمد جاوید اقبال۔ کراچی: بنت رحمت علی، بنت محمد طالب، بنت محمد ندیم صدیقہ، بنت فاروق۔ دھوراجی: بنت محمد عدنان، بنت شاہد۔ گلشن معمار: بنت محمد اکرم۔ گجرات: بنت سرفراز احمد۔ کنگ سہالی: بنت ظہیر عباس۔ عرب شریف: بحرین: بنت مقصود۔ ہند: بنت اللہ بخش۔

سخت مزاجی سمندری: 137 روڈ: بنت اشرف۔ سیالکوٹ: تلواڑہ مغلاں: بنت بشارت علی۔ شفیع کا بھٹہ: بنت اشفاق احمد، بنت اورنگزیب، بنت خلیل احمد، بنت رضا، بنت سرمد، بنت فضل الٰہی، بنت محمد احسن، بنت محمد اشفاق بھٹی، بنت محمد امین حسین، بنت محمد عارف، بنت ناصر، ہمشیرہ حنظلہ صابر۔ نندپور: ام ہانی، بنت عبدالستار مدنیہ، بنت محمد الیاس، بنت محمد انور۔ گلبہار: بنت ایاز خان، بنت محمد شہباز۔ فیصل آباد: پنسرہ: بنت نصیر۔ چباں: بنت ارشد محمود۔ گجرات: ام شجاع۔ کراچی: دھوراجی: بنت شہزاد احمد، بنت محمد عدنان۔ نارتھ کراچی: بنت عثمان۔ ہند: مارہرہ شریف: ہمشیرہ اخلاق برکاتی۔ ویسٹ بنگال: بنت شہاب۔

بڑھتی ہوئی طلاقوں کی وجوہات بہاولپور: بنت صدیق۔ خانیوال: کوہی والا: بنت اللہ نور۔ راولپنڈی: صدر: بنت محمد وسیم ظفر۔ سکرنڈ: بنت حضور بخش۔ سیالکوٹ: تلواڑہ مغلاں: بنت جاوید سرور، بنت محمد اسلام، بنت محمد سجاد۔ شفیع کا بھٹہ: بنت اصغر، بنت افتخار احمد، بنت بابر، بنت ذوالفقار انور، بنت ساجد، بنت سلیم، بنت شمس پرویز، بنت شہباز احمد، بنت طارق محمود، بنت عرفان، بنت محمد اصغر مغل، بنت محمد ندیم میاں، ہمشیرہ محمد شہراز حسن۔ مظفر پورہ: بنت شبیر، بنت نواز۔ معراج کے: بنت منیر حسین۔ نندپور: ام ہانی، بنت عبدالستار مدنیہ، بنت محمد الیاس،

بنت محمد انور۔ نواں پنڈ آرائیاں: بنت ظفر۔ گلبہار: بنت امیر حیدر۔ نارتھ کراچی: بنت طفیل الرحمان ہاشمی، بنت عبد الوسیم بیگ۔ گجرات: کنگ سہالی: بنت محمد اشرف۔

بڑھتی ہوئی طلاقوں کی وجوہات

بنتِ طفیل الرحمان ہاشمی

(درجہ: ثانیہ، جامعۃ المدینہ گرلز فیضِ مدینہ نارتھ کراچی)

فرمانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہے: تمام حلال چیزوں میں خدا کے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ طلاق ہے۔ [1]

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: اے معاذ! اللہ پاک نے غلام آزاد کرنے سے زیادہ پسندیدہ کوئی چیز روئے زمین پر پیدا نہیں کی اور کوئی چیز زمین پر طلاق سے زیادہ ناپسندیدہ پیدا نہ کی۔ [2]

نکاح سے عورت شوہر کی پابند ہو جاتی ہے۔ اس پابندی کے اٹھا دینے کو طلاق کہتے ہیں۔ طلاق دینا جائز ہے مگر بے وجہ شرعی ممنوع ہے۔ [3]

افسوس! آج ہم اپنے معاشرے کا جائزہ لیں تو وجہ شرعی ہونا تو مشکل اور قریب بہ محال ہی ہوتا ہے بلکہ نہایت ہی معمولی معمولی باتوں کی بنیاد پر نوبت طلاق تک جا پہنچتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ معاشرے میں بڑھتی ہوئی طلاقوں کی شرح خطرناک حد تک پہنچ کر ایک سماجی مسئلہ بن چکی ہے اور یہ مسئلہ ہمارے معاشرے کے خاندانی نظام کی جڑوں کو کھوکھلا کر رہا ہے۔ طلاق کے ہتھیار کو بے دریغ استعمال کرنے کی وجہ سے امن و سکون اور اعلیٰ اقدار کا خاتمہ ہوتا جا رہا ہے، معاشرتی زندگی میں سخت بے چینی ہے، دلخراش اور جذبات کو لہولہان کرنے والے بیسیوں واقعات ہمارے ارد گرد موجود ہیں جنہیں جان کر دل کانپ اٹھتا ہے۔

یاد رکھئے! طلاق حلال ہونے کے باوجود اللہ پاک کے نزدیک ناپسندیدہ ترین عمل ہے۔

طلاق کی پہلی وجہ

غور و فکر کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ بڑھتی ہوئی طلاقوں کی وجوہات میں سے اہم ترین وجہ علمِ دین سے دوری ہے بلکہ یوں کہا جائے کہ تمام تر وجوہات کی بنیاد اسی وجہ پر ہے تو شاید درست ہوگا کہ علمِ دین سے دوری کے سبب ہی ازدواجی زندگی کے حقوق و فرائض کی اہمیت جاننے اور انہیں مکمل طور پر ادا کرنے سے قاصر رہا جاتا ہے۔ جہاں والدین بچوں کو ضروریاتِ زندگی فراہم کرتے ہیں وہیں والدین کو چاہیے کہ وہ اپنی اولاد کو دینی تعلیم بھی سکھائیں تاکہ وہ اپنی مکمل زندگی شریعت کے مطابق گزاریں، ازدواجی رشتے میں منسلک ہو کر اس عظیم رشتے کے حقوق و فرائض کی پاسداری کریں اور اس کی نزاکت کو سمجھیں۔

میاں بیوی کا رشتہ تمام تر رشتوں میں نہایت حسین اور اہم ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائی نازک بھی ہوتا ہے لیکن دینی تعلیم سے دوری کی صورت میں اس خوبصورت رشتے کی حفاظت بہت دشوار ہے۔

فی زمانہ بڑھتی ہوئی طلاقوں کی ایک اہم ترین وجہ یہ بھی ہے کہ آج کل رشتے خاندانی مطابقت اور اخلاقی اقدار کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے طے کرنے کے بجائے موبائل فون، انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کے ذریعے عارضی پسندیدگی کی کمزور بنیاد پر جوڑے جا رہے ہیں جو جلد ہی ختم ہو جاتے ہیں۔

لہٰذا ہر ایک کو چاہیے کہ وہ اپنی زندگی بھر کے ساتھی کا انتخاب کرتے ہوئے اس بات کو یقینی بنائے کہ اس میں لازمی طور پر وہ اخلاقی اقدار موجود ہوں جن کے ساتھ اس کی اپنی پرورش کی گئی ہے۔ اگر رشتے طے کرتے ہوئے مطابقت اور ہم آہنگی کو ہی پسِ پشت ڈال دیا جائے تو نتیجہ طلاق کی صورت میں ہی نکلتا ہے۔

طلاق کی دیگر وجوہات

(1) میاں بیوی کا گناہوں اور برائیوں میں مبتلا ہونا بھی

بڑھتی ہوئی طلاقوں کا ایک اہم سبب ہے۔

- گھروں میں حرام کمائی کی موجودگی، گانوں باجوں کی آوازوں کا گونجنا،
- ایک دوسرے کی غیبتوں، چغلیوں اور بے جا برائیوں کو بیان کرتے رہنے کی عادت وغیرہ گناہوں کی نحوست کا نتیجہ یہ ہوتا ہے:

❖ گھروں سے برکت ختم ہو جاتی ہے۔
❖ میاں بیوی کے درمیان محبت واُلفت کا خاتمہ ہوتا ہے۔
❖ لڑائی جھگڑے جنم لیتے ہیں۔
❖ دلوں میں نفرت اور دشمنی شروع ہو جاتی ہے۔

اور آخر کار نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ نوبت طلاق تک جا پہنچتی ہے۔

- بڑھتی ہوئی طلاقوں کی اہم وجوہات میں سے میاں بیوی کے رشتے میں دوسرے لوگوں کی بے جا مداخلت بھی ہے۔
- ایک دوسرے کی حق تلفی کرنا،
- غصے پر کنٹرول نہ ہونا،
- بات بات پر غیظ و غضب کا تنور بن کر سامنے والے پر پھٹ پڑنا،
- بغیر سوچے سمجھے غصے میں کچھ بھی بول دینا،
- صبر نہ کرنا،
- ناشکری،
- عدم برداشت، حالانکہ میاں بیوی کے نازک رشتے میں برداشت کا عنصر ہر وقت موجود ہونا لازم و ملزوم ہے۔ لہٰذا اگر میاں بیوی ایک دوسرے کی باتوں کو برداشت نہیں کریں گے تو رشتہ قائم نہیں رہ سکتا۔
- ایثار کا جذبہ نہ ہونا،
- ایک دوسرے کو ترجیح دینے کے بجائے اپنی خواہشات کو ترجیح دینا،
- گھریلو ناچاقیاں،
- مالی تنگی،
- اولاد کا نہ ہونا،
- عمر میں غیر معمولی فرق،
- زبان درازی کرنا،
- مرد کا نام نہاد غیرت کے نام پر ظلم و زیادتی کرنا،
- فلموں ڈراموں اور ناولز کے غیر اخلاقی اثرات،
- مشترکہ خاندانی نظام سے بغاوت،
- جسمانی، نفسیاتی یا جذباتی زیادتی،
- کسی ایک کا بھی شکی مزاج ہونا،
- بے جا بدگمانیوں کا شکار ہونا،
- زبردستی کے رشتے میں جوڑ دینا،
- کم عمری میں شادیاں کروا دینا،
- مرد کا نشہ کرنا،
- عورت کا بے حیائیوں میں مبتلا ہونا، آزادی کے نام پر بغاوت پر اکسانے والے پروگرام میں دلچسپی رکھنا، دوسرے مردوں یا عورتوں سے ناجائز تعلقات رکھنا وغیرہ وغیرہ۔

مذکورہ تمام وجوہات طلاق کی شرح میں تیزی سے اضافے کا سبب ہیں۔ دن بہ دن طلاقوں کا بڑھتا ہوا تناسب معاشرے کے چین و سکون کو دیمک کی طرح چاٹ رہا ہے۔ کچھ عرصہ پہلے تک معاشرے میں طلاق کو گالی سمجھا جاتا تھا مگر فی زمانہ آئے دن طلاق کے قصے سننے میں آتے ہیں۔ بلکہ اب تو معمولی معمولی باتوں پر طلاق واقع ہونا عام سی بات ہو گئی ہے، گویا طلاق کو ایک کھیل بنالیا گیا ہے۔ اللہ پاک مسلمانوں کو عقلِ سلیم عطا فرمائے۔ اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم

[1] ابوداود، 2/370، حدیث: 2178
[2] دار قطنی، 5/63، حدیث: 3984
[3] بہار شریعت، 3/110، حصہ: 8 ملتقطاً

63 نیک اعمال

(نیک عمل نمبر 31)

بارگاہ خداوندی تک رسائی حاصل کرنے کے ذرائع بہت زیادہ ہیں مگر ان میں سب سے زیادہ محبوب ذریعہ فرائض کی ادائیگی ہے جیسا کہ ایک حدیثِ قدسی میں اللہ پاک کا فرمانِ عالیشان ہے: میرا بندہ جن چیزوں کے ذریعے میرا قرب چاہتا ہے ان میں مجھے سب سے زیادہ فرائض پسند ہیں۔[1] فرائض کے علاوہ اللہ پاک کی جس قدر عبادت کی جاتی ہے وہ اس کا مزید قرب حاصل کرنے کے لئے ہے جیسا کہ حدیثِ قدسی ہے: میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں، پھر جب اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کے کان ہو جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھیں ہو جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے۔[2]

نفل کئی طرح کے ہیں، تہجد، صلوۃُ اللیل، چاشت، اشراق اور تحیۃ الوضو وغیرہ، امیرِ اہلِ سنت دامت برکاتہم العالیہ نے نوافل کا شوق دلانے اور ان کی فضیلتوں کو پانے کے لئے 63 نیک اعمال کے رسالے میں یہ سوال عطا فرمایا ہے:

نیک عمل نمبر 31: کیا آج آپ نے اوّابین یا اشراق و چاشت کے نوافل پڑھے؟

اس سوال سے مقصود یہ ہے کہ ہم فرض نمازوں کے ساتھ ساتھ نوافل پڑھنے والیاں بھی بن جائیں۔ اس سوال میں تین طرح کے نوافل کا ذکر ہے:

1-صلوٰۃُ الاوّابین مغرب کے فوراً بعد یہ نماز ادا کی جاتی ہے، ایک روایت کے مطابق جو مغرب کے بعد 6 رکعتیں اس طرح پڑھے کہ ان کے درمیان کوئی بری بات نہ کہے تو وہ 6 رکعتیں 12 برس کی عبادت کے برابر شمار کی جائیں گی۔[3] ایک اور روایت کے مطابق یہ نوافل ادا کرنے والے کے گناہ بخش دیئے جائیں گے اگرچہ وہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔[4]

نمازِ اَوّابین کا طریقہ مغرب کی تین رکعت فرض پڑھنے کے بعد چھ رکعت ایک ہی سلام سے پڑھئے، ہر دو رکعت پر قعدہ کیجئے اور اس میں اَلتَّحِیّات، درودِ ابراہیم اور دعا پڑھئے، پہلی، تیسری اور پانچویں رکعت کی ابتدا میں ثنا، تَعَوُّذ و تَسْمِیَہ (یعنی ثنا، اَعُوْذُ بِاللہ اور بسم اللہ) بھی پڑھئے۔ چھٹی رکعت کے قعدے کے بعد سلام پھیر دیجئے۔ پہلی دو رکعتیں سُنّتِ مُؤَکَّدہ ہوئیں اور باقی چار نوافل۔ یہ ہے اَوّابین (توبہ کرنے والوں) کی نماز۔[5] چاہیں تو دو دو رکعت کر کے بھی پڑھ سکتی ہیں۔ فتاویٰ شامی میں ہے: بعد مغرب چھ رکعتیں مستحب ہیں ان کو صَلٰوۃُ الْاَوّابین کہتے ہیں، خواہ (یعنی چاہیں تو) ایک سلام سے سب پڑھے یا دو (سلام) سے یا تین سے اور تین سلام سے یعنی ہر دو رکعت پر سلام پھیرنا افضل ہے۔[6]

نمازِ اشراق سورج طلوع ہونے کے کم از کم 20 یا 25 منٹ بعد سے لے کر ضحوی کبریٰ تک نمازِ اشراق کا وقت رہتا ہے۔[7] جو نمازِ فجر ادا کر کے ذِکْرُ اللہ کرے یہاں تک کہ آفتاب بلند ہو جائے، پھر دو رکعتیں پڑھے تو اسے پورے حج و عمرے کا ثواب ملے گا۔[8] سبحان اللہ! کتنا آسان نسخہ ہے حج و عمرے کا ثواب لوٹنا! اب بھی کوئی سستی کرے تو پھر مقدر کی بات ہے!

نمازِ چاشت نمازِ چاشت بہت فضیلت والی نماز ہے، ہو سکے تو

اسے بھی ضرور پڑھ لینا چاہیے۔ چاشت کی نماز مستحب ہے، کم از کم دو اور زیادہ سے زیادہ چاشت کی بارہ رکعتیں ہیں۔[9] اور افضل بارہ ہیں[10] جیسا کہ ایک حدیثِ پاک میں ہے: جس نے چاشت کی بارہ رکعتیں پڑھیں اللہ پاک اس کے لئے جنت میں سونے کا محل بنائے گا۔[11] ایک اور روایت میں ہے کہ جس نے چاشت کی 2 رکعتیں پڑھیں وہ غافلوں میں نہیں لکھا جائے گا، جو 4 پڑھے وہ عبادت گزاروں میں لکھا جائے گا، جو 6 پڑھے تو اس دن اسے کفایت کریں گیں، جو 8 پڑھے تو اللہ پاک اسے فرمانبر داروں میں لکھے گا اور جو 12 رکعت پڑھے تو اللہ پاک اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنائے گا اور کوئی دن یا رات نہیں جس میں اللہ پاک بندوں پر احسان و صدقہ نہ کرے اور اللہ پاک نے اس بندے سے بڑھ کر کسی پر احسان نہ کیا جسے اپنا ذکر الہام کیا۔[12] ایک روایت میں ہے کہ آدمی پر اس کے ہر جوڑ کے بدلے صدقہ ہے (اور کل 360 جوڑ ہیں)۔ ہر تسبیح صدقہ ہے۔ ہر حمد صدقہ ہے۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہنا صدقہ ہے۔ اللہُ اکبر کہنا صدقہ ہے۔ اچھی بات کا حکم کرنا اور بری بات سے منع کرنا صدقہ ہے اور ان سب کی طرف چاشت کی دو رکعتیں کفایت کرتی ہیں۔[13]

نمازِ چاشت کا وقت نمازِ چاشت کا وقت آفتاب بلند ہونے سے زوال یعنی نصفُ النہار شرعی تک ہے[14] اور بہتر یہ ہے کہ چوتھائی دن چڑھے پڑھے۔[15] نمازِ اشراق کے فوراً بعد بھی چاہیں تو نمازِ چاشت پڑھ سکتی ہیں۔

کثیر صحابیات کا اس نفل نماز کی ادائیگی پر عمل رہا مگر اُمُّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے متعلق منقول ہے کہ آپ نمازِ چاشت کی پابندی میں بہت ممتاز تھیں۔ لہٰذا ہمیں بھی سنتِ عائشہ صدیقہ پر عمل کرنا چاہیے تاکہ ہماری دنیا و آخرت سنور جائے۔ بلکہ اُمُّ المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا چاشت کی آٹھ رکعتیں پڑھا کرتیں اور فرماتیں: اگر میرے ماں باپ اُٹھا بھی لئے جائیں تب بھی میں یہ رکعتیں نہ چھوڑوں۔[16] حکیمُ الاُمّت مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ علیہ حدیثِ پاک کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: یعنی اگر اشراق کے وقت مجھے خبر ملے کہ میرے والدین زندہ ہو کر آگئے ہیں تو میں ان کی ملاقات کے لئے یہ نفل نہ چھوڑوں بلکہ پہلے یہ نفل پڑھوں، پھر ان کی قدم بوسی کروں۔[17]

عبادت کا اُخروی فائدہ یہ ہے کہ اللہ پاک اپنی عبادت گزار بندیوں کو عبادت کی برکت سے آخرت میں جنت کی بے شمار نعمتیں عطا فرمائے گا تو دنیا میں بھی بہت سے فوائد ہیں، مثلاً: روزی بڑھانا، مال و سامان و اولاد ہر چیز میں برکت ہونا، بہت سی دنیاوی تکلیفوں اور پریشانیوں کا دور ہو جانا، بہت سی بلاؤں کا ٹل جانا اور عمر کا بڑھنا وغیرہ وغیرہ۔ چنانچہ نوافل کی عادت اپنانے کے لئے دعوتِ اسلامی کے ماحول کو اپنا لینا چاہیے کہ اس ماحول کی برکت سے نہ صرف فرائض کی ادائیگی کا ذہن بنتا ہے بلکہ لاکھوں لاکھ افراد نوافل کے بھی پابند ہوگئے ہیں۔ اس ماحول سے وابستہ ہونے کے لئے ہمیں چاہیے کہ اسلامی بہنوں کے ہفتہ وار اجتماع میں شرکت کریں اور وہاں ملنے والی روحانیت کے ذریعے اپنے دلوں کو جگمگائیں، ہر ماہ نیک اعمال کا رسالہ مکتبۃ المدینہ کی کسی بھی شاخ سے ہدیۃً حاصل کر کے جس سوال پر عمل کی سعادت ملی اس پر صحیح (یعنی ٹک/رائٹ) اور جس سے محرومی رہی اس پر (0) کا نشان لگائیے اور ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو اپنے علاقے میں ہونے والے اسلامی بہنوں کے ہفتہ وار اجتماع میں شرکت فرما کر وہاں کی ذمہ دار کو جمع کروا کر دین و دنیا کی ڈھیروں بھلائیاں حاصل کیجیے۔

---

(1) بخاری، 4/248، حدیث: 6502 (2) بخاری، 4/248، حدیث: 6502 (3) ترمذی، 1/439، حدیث: 435 (4) معجم اوسط، 5/255، حدیث: 7245 (5) الوظیفۃ الکریمہ، ص26، 27 ماخوذاً (6) دُرِّ مختار مع رد المحتار، 2/547 (7) مدنی پنج سورہ، ص277 (8) ترمذی، 2/100، حدیث: 586 (9) فتاویٰ ہندیہ، 1/112 (10) بہار شریعت، 2/675، حصہ: 4 (11) ترمذی، 2/17، حدیث: 472 (12) ترغیب و ترہیب، 1/266، حدیث: 14 (13) مسلم، ص284، حدیث: 1671 (14) فتاویٰ ہندیہ، 1/112 (15) بہار شریعت، 2/676، حصہ: 4 (16) مؤطا امام مالک، 1/153، حدیث: 366 (17) مراۃ المناجیح، 2/299

تاثرات و سفارشات

محترمہ ام غزالی عطاریہ مدنیہ | شعبہ ذمہ دار ماہنامہ خواتین

ماہنامہ خواتین (ویب ایڈیشن) کے متعلق موصول تاثرات و تجاویز میں سے چند تاثرات و تجاویز ضروری ترمیم و اضافے کے بعد پیشِ خدمت ہیں۔

بنتِ اکرم (حیدر آباد)

تاثرات: ماہنامہ خواتین بہت دلچسپ ہے اور بہت کچھ سیکھنے کو ملتا ہے۔ خصوصاً سلسلہ پیغام بنتِ عطار، اسلام اور عورت، شرعی رہنمائی اور اخلاقیات۔

معلمہ جامعۃ المدینہ گرلز فیضِ مدینہ نارتھ کراچی

تاثرات: دعوتِ اسلامی کے تحت شعبہ ماہنامہ خواتین کی جانب سے جاری کردہ ماہنامہ خواتین (ویب ایڈیشن) خواتین میں نیکی کی دعوت عام کرنے کے لئے بہترین اقدام ہے۔ جہاں اس کے سلسلے گناہوں، معاشرتی برائیوں اور قابلِ اصلاح معاملات میں دلیل کے ساتھ رہنمائی کرتے ہیں وہیں یہ سلسلے نیکیاں کمانے اور گناہوں سے بچنے کی ترغیب بھی دیتے ہیں۔ ویسے تو ماہنامہ خواتین کے تمام ہی سلسلے بہترین ہوتے ہیں لیکن اُمِّ میلاد باجی کا مضمون اس ماہنامے کی رونق ہے۔ نیز سلسلہ **حصولِ علمِ دین کی رکاوٹیں** بھی بہت بہترین چل رہا ہے۔ اللہ کریم دعوتِ اسلامی کو مزید ترقیاں عطا فرمائے اور اس کے صدقے ہمیں استقامت کے ساتھ علمِ دین سیکھتی سکھاتی رہنے اور اس پہ عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

محترمہ بنتِ افضل عطاریہ مدنیہ

(معلمہ جامعۃ المدینہ گرلز زمان بہاولپور)

تاثرات: ماہنامہ خواتین (ویب ایڈیشن) کا آغاز کرنا دعوتِ اسلامی کا بہت اعلیٰ اقدام ہے، کیونکہ اس کے ذریعے تحریر و تصنیف کا شوق رکھنے والی خواتین کو اپنی صلاحیتوں کو بہتر بنانے کا موقع مل رہا ہے۔ الحمد للہ! ماہنامہ خواتین علمِ دین کی ترویج و اشاعت کے لیے کوشاں ہے اور اس ماہنامے کا ہر سلسلہ ہی لاجواب ہے، چنانچہ قرآنِ کریم کی تفسیر ہو یا احادیثِ مبارکہ کی شرح، فقہی احکام ہوں یا مدنی مذاکرہ، چاہے اشعارِ رضا کی عشق افروز شرح ہو یا معاشرتی و سماجی معاملات کی اصلاح کے لئے کاوشیں، الغرض ہر سلسلہ ہی اپنے اندر علم و حکمت اور دین و دنیا کی بہت سی بھلائیاں سمیٹے ہوئے ہوتا ہے۔ میں اُمِّ میلاد باجی کی تحریر بہت شوق سے پڑھتی ہوں۔ کیونکہ ان کی شخصیت کی طرح ان کی تحریر بھی ماشاءاللہ پُرکشش ہوتی ہے۔

مشورہ: الحمد للہ! ماہنامہ خواتین کی تمام رائٹرز اس منظم نیٹ ورک کے ذریعے بہت محنت سے نیکی کی دعوت کو پھیلانے کی سعادت حاصل کر رہی ہیں۔ نیز شعبہ ماہنامہ خواتین کی بہت ساری محنت و مشقت کے بعد ایک رسالہ تیار ہوتا ہے۔ لہٰذا مجلس ماہنامہ فیضانِ مدینہ کی خدمت میں عرض ہے کہ ماہنامہ خواتین (ویب ایڈیشن) کو ہارڈ کاپی یعنی کتابی شکل میں پرنٹ کیا جائے تاکہ ہر عام و خاص اس سے فائدہ اٹھا سکے اور اس کے لئے محنت کرنے والوں کی محنت کا بھی کما حقہ صلہ حاصل ہو سکے۔ نیز ہم اسے اپنے گھر کی لائبریری کی زینت بھی بنا سکیں اور علم و حکمت کے اس خزانے کو تادیر سلامت و محفوظ کیا جا سکے۔ ہم امید کرتی ہیں کہ ہماری گزارش پہ توجہ دی جائے گی اور ان شاء اللہ جلد ہی ہمیں علمِ دین کے رنگ برنگے پھولوں سے سجا پیارا سا ماہنامہ خواتین کتابی شکل میں بھی عطا ہو گا۔

اس ماہنامے میں آپ کو کیا اچھا لگا! کیا مزید اچھا چاہتی ہیں! اپنے تاثرات (Feedback)، مشورے اور تجاویز اس ای میل ایڈریس mahnamahkhawateen@dawateislami.net پر یا واٹس ایپ نمبر 03486422931 پر تحریر اً بھیج دیجئے۔

اسلامی بہنوں کے دینی کاموں کا اجمالی جائزہ

اپریل 2025 / شوال المکرم 1446ھ کے دینی کاموں کی کارکردگی

دینی کام		نیشنل	انٹرنیشنل	ٹوٹل
منسلک اسلامی بہنیں		1044123	322594	1355647
ہفتہ وار سنتوں بھرے اجتماعات	تعداد اجتماعات	11361	5764	17125
	شرکائے اجتماعات	418449	159848	578297
مدرسۃ المدینہ (بالغات)	مدارس المدینہ کی تعداد	12340	5088	17428
	پڑھنے والیاں	110351	38630	148981
ہفتہ وار رسالہ پڑھنے / سننے والیاں		746617	171591	918208
مدنی مذاکرہ سننے والیاں		154266	41618	195884
روزانہ گھر درس دینے / سننے والیاں		119110	45903	165013
وصول ہونے والے نیک اعمال کے رسائل		116300	43153	159453
ہفتہ وار علاقائی دورہ (شرکائے علاقائی دورہ)		35760	14899	50659

ماہِ دسمبر 2025 میں اسلامی بہنوں کے 11 شعبہ جات میں ہونے والے کورسز و سیشنز کی مجموعی کارکردگی

	مقامات	شُرکا
مدنی کورسز / سیشنز	34791	163491

39واں تحریری مقابلہ عنوانات برائے ستمبر 2025

مضمون بھیجنے کی آخری تاریخ 20مارچ 2025

مزید تفصیلات کے لئے اس نمبر پر رابطہ کریں صرف اسلامی بہنیں: +923486422931

فیضانِ صحابیات لاڑکانہ

الحمدللہ نگاہِ مرشد کی برکتیں لئے ہوئے دعوتِ اسلامی کے تحت اسلامی بہنوں کا مدنی مرکز بنام **فیضانِ صحابیات باکرانی روڈ، لاڑکانہ** کا باقاعدہ افتتاح 2022 میں جامعۃ المدینہ ذمہ دار کے بابرکت ہاتھوں سے ہوا۔

فیضانِ صحابیات لاڑکانہ میں ہونے والے دینی کام

- الحمدللہ فیضانِ صحابیات لاڑکانہ میں رہائشی کورسز اور مدنی مشوروں کا بھی اہتمام ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ وقتاً فوقتاً شارٹ کورسز بھی کروائے جاتے ہیں۔
- روزانہ دوپہر 2 تا 3:30 بجے (چھوٹی بچیوں کو قرآنِ پاک کی تعلیم دینے کے لئے) گلی گلی مدرسۃ المدینہ لگایا جاتا ہے۔
- بروز بدھ دوپہر 3 تا 5 بجے اسلامی بہنوں کا ہفتہ وار سنتوں بھرا اجتماع ہوتا ہے جس میں شریک ہو کر اسلامی بہنیں علمِ دین کے مدنی پھول حاصل کرتی ہیں۔
- روزانہ دوپہر 3 تا 4 بجے مدرسۃ المدینہ بالغات بھی لگتا ہے جس میں تربیت یافتہ اسلامی بہنیں بڑی عمر کی خواتین کو درست قواعد و مخارج کے ساتھ قرآنِ پاک کی تعلیم دینے کے ساتھ ساتھ ان کی شرعی، اخلاقی اور تنظیمی تربیت بھی کرتی ہیں۔
- اتوار صبح 10 تا 12 بجے تک روحانی علاج کا بستہ لگایا جاتا ہے، جہاں دکھیاری اسلامی بہنوں کو روحانی علاج، کاٹ اور تعویذات و وظائف کی مفت سہولت بھی فراہم کی جاتی ہے۔ اللہ پاک فیضانِ صحابیات لاڑکانہ کو مزید برکتیں عطا فرمائے۔ آمین

ib.darulsunnahpak@dawateislami.net

اپنے تاثرات (Feedback)، مشورے اور تجاویز نیچے دیئے گئے ای میل ایڈریس اور (صرف تحریراً) واٹس ایپ نمبر پر بھیجئے:

mahnamahkhawateen@dawateislami.net صرف اسلامی بہنیں: +923486422931

پیش کش: شعبہ ماہنامہ خواتین، مجلس ماہنامہ فیضانِ مدینہ دعوتِ اسلامی